Digitized by Khilafat Library Rabwah

خیر مقدم و مبارکباد

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما ذکرِ تو بود زمزمۂ شادیٔ ما

۳ مئی ۱۹۲۵ء کی صبح ہمارے لیے پیغام مسرت و انبساط لائی جبکہ معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حرم ثالث بھاگلپور سے تشریف لا رہی ہیں۔ جہاں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے ماتحت اُن کو لینے کے لیئے گئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح بنفس نفیس سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو ہمراہ لے کر بٹالہ تشریف لیگئے اور جنابہ سارہ بیگم صاحبہ کو ریسیو کیا۔ وہاں سے یہ معزز قافلہ ۶ بجے شام کے قریب دارالامان پہنچا آپ کے خدام نے قصبہ سے دو سو گز باہر اپنے آقا کا استقبال کیا۔ خدام کی دورویہ صفوں میں سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کی گاڑی گذری اور حضور نے گاڑی سے اتر کر خدام سے مصافحہ کیا ہر طرف سے مبارکباد کی آوازیں آتی تھیں۔ قصبہ کے دروازہ پر حضور نے مجمع بمعیت دعا فرمائی اور پھر حضور قصبہ میں داخل ہوئے اور مسجد مبارک تک سب خدام ساتھ تھے۔ حضور کے الدار میں داخل ہونے پر احباب منتشر ہوئے۔ میں الحکم کے ناظرین کی طرف سے صدق دل سے حضرت کے حضور مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تقریب کو سلسلہ کے لیئے بہت ہی بابرکت کرے اور جن پاک اغراض اور مقاصد کو مدنظر رکھ کر حضور نے اس نئی ذمہ داری کا بار عظیم اٹھایا ہے وہ پورے ہوں۔ اور خواتین سلسلہ کو ان علوم نافع کا فیض پہنچے جنکی جنابہ سارہ بیگم صاحبہ کی ذات سے توقع ہے آمین۔ آخر میں پھر میں اس مبارک تقریب پر مبارکباد دیتا ہوں + ۶ مئی ۱۹۲۵ء کو وسیع پیمانہ پر دعوت ولیمہ ہوئی جسکے لیئے دعوتی رقعہ جات مخدومی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی طرف سے جاری ہوئے تھے۔ اور اس دعوت کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان میں کیا گیا تھا +

خواجہ پریس بٹالہ میں باہتمام احمد وجودی پرنٹر چھپا اور شیخ ابراہیم علی پبلشر نے تراب منزل قادیان سے شائع کیا

حج کے ذریعہ مسلمانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو

لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

اسوقت جبکہ حجاز کا راستہ خطرناک ہو رہا ہے اور جبکہ مکہ معظمہ میں قحط کی وجہ سے مختلف قسم کی تکالیف پیش آ رہی ہیں ہندوستان کے بعض جوشیلے لوگ حج کیلئے مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں اور اس سلسلہ میں مولانا شوکت علی صاحب اور ان کے رفقاء کار سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس امر کی ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں اور حج کے متعلق خصوصیت سے امنِ راہ لازمی امر ہے لیکن باوجود ان تمام حالات و مشکلات کا علم ہونے کے اس امر پر زور دیا جا رہا ہے کہ مسلمان حج کیلئے جائیں۔ جہانتک مذہبی عقیدت اور دیار محبوب کے سفر کا سوال ہے کون شخص ہے جو اس نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنیکے لئے ہر ایک قسم کی قربانی کے واسطے آمادہ نہ ہو مگر سوال محض ارادت و عقیدت کا نہیں کوئی عمل صالح نہیں ہو سکتا جب تک اسکی بنیاد اخلاص اور صواب پر نہ ہو۔ اسلام ہمارے اندر اطاعت کی روح پیدا کرنی چاہتا ہے نہ اتباع نفس کا جذبہ جسقدر احکام قرآن مجید کے ہیں ان میں ان دونو باتوں کو ساتھ رکھا گیا ہے جیسے وہ شخص جو حج کی استطاعت نہیں رکھتا قرض لے کر یا گدا گری کر کے حج کو جا کر ثواب حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح وہ شخص جو صاف دیکھتا ہے کہ راستہ پُرامن نہیں ہے اور خطرہ ظاہر ہے اگر حج ارادہ کرتا ہے تو وہ کسی ثواب کا نہیں بلکہ مواخذہ الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ حجاز میں امن نہیں ہے اور شریف علی اور ابن سعود برسرِ پیکار ہیں اور مکہ معظمہ میں اجناس خوردنی کی کمی اور سخت گرانی ہے حاجیوں کو بھیجنے کے لئے یہ معنے نہیں کہ ہم اپنے ہاتھ سے اپنے بھائیوں کو مبتلائے مصیبت کریں۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ان جوشیلے سیاسی لیڈروں نے مختلف اوقات میں مسلمانوں کی حسیات سے فائدہ اُٹھا کر انہیں مبتلائے آلام کیا ہے اور ابھی تک وہ اس تجربہ کو چھوڑتے نہیں۔ میں انکی نیت پر حملہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی کو حق ہے بلکہ میں علی برادران کے متعلق یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ وہ سنجیدگی سے کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں قطع نظر اسکے کہ انکی تحریکات کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں کیا ہوتا ہے ہجرت کی تحریک ہمارے سامنے ہے کس جوش اور اخلاص سے اس تحریک کو شروع کیا گیا تھا ہم نے اسوقت بھی اس غلط راستہ کو اختیار کرنے سے منع کیا تھا مگر اُسے نہ سنا گیا آخر مسلمانوں کے کروڑوں روپیہ پر پانی پھر گیا اور ہزاروں مسلمان جو مذہبی تحریک سے متاثر ہو کر گھروں سے نکلے تھے پریشان اور بے خانمان ہوئے اور اب ہجرت کی داستان کو بیان کرتے ہوئے روتے اور محرکین کو گالیاں دیتے ہیں اسی طرح عدم تعاون کا فتویٰ دیتے وقت نہ تو علمائے کرام نے خیال کیا اور نہ اس فتوے کے محرکین نے کچھ سوچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ

مُسلمان اس سے تباہ ہوئے

بہت سے لوگ جو ملازم تھے بیکار ہو گئے۔ بہت سے طالب علموں کی محنت ضائع ہوئی اور بہت سے کامیاب وکلا اور بیرسٹروں کو مالی نقصان ہوا۔ اور بالآخر اس منزل سے تھک کر یہ لوگ واپس ہوئے اور یکے بعد دیگرے کام شروع کر دیئے اور اُن علماء کی جان کو رو کر اس کو پس پشت ڈالا۔ اسی طرح ایک زمانہ بدیشی کپڑوں کے جلانے کا آیا اور بہت سے لوگوں کے عمدہ ملبوس بازاروں میں جلوا دیئے۔ غرض اس قسم کی تحریکوں نے ایک عارضی بیداری تو پیدا کر دی مگر یہ ایسی ہی تحریک تھی جیسے کسی محرک ادویہ کا استعمال ہوتا ہے اور اُسکا نتیجہ بعد میں ہوا وہ ظاہر ہے کہ اب ہر مناسب اور جائز تحریک بھی فیل ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ عوام کو ایک بدظنی اور بدگمانی پیدا ہو چکی ہے اور سب سے بڑا نقصان جو اس قسم کی جوشیلی تحریکوں سے پہنچا وہ مذہبی احکام کے متعلق بیدلی کے جذبات کا پیدا ہونا اور احترام کا کم ہو جانا ہے۔ اور یہ ایسا نقصان ہے جسکی تلافی آسانی سے نہیں ہو سکتی۔

اسی قسم کی تحریکوں میں سے امسال حج کی تحریک ہے گزشتہ سال لوگوں کو حج سے بند کیا جاتا تھا اور بڑے جوش اور سرگرمی سے یہ کام کیا جاتا تھا کہ

مسلمان حج کے لئے نہ جائیں

لیکن وہ گئے اور اس سال یہ کوشش ہو رہی ہے کہ باوجودیکہ راستہ بند ہے لیکن ضرور جائیں۔ اس قسم کا مشورہ موجودہ حالات میں

مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے

دوسرے ممالک کے مسلمانوں نے اس سال حج کو عام طور پر روک دیا ہے لیکن یہاں یہ جوش پایا جاتا ہے اور یہ جوش بھی تھوڑے دنوں سے پیدا ہوا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ارض حرم کے باشندوں کی ضروریات۔ اور آمدنی کا بہت بڑا تعلق حج سے ہے اور اسمیں بھی شبہ نہیں کہ اگر حج کو کلیتہً روک دیا جائے تو وہ لوگ جو پہلے ہی مختلف قسم مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہیں انکو مزید خطرات میں ڈال دینا ہے لیکن اس مصیبت اور مشکل کا حل دوسری طرح بھی ہو سکتا ہے ارض اُنکی مدد کے لئے ہندوستان سے بھیج دینا جہاں نہ کافی پانی میسر آ سکتا ہے اور نہ سامان خورد و نوش کا انتظام ہے اور نہ سمندر سے کنارہ تک حاجیوں کو پہنچانے کا انتظام ہے اور نہ آگے سواری کا بندوبست ہے۔ اور نہ وہاں قیام کرنیکے لئے کوئی جگہ ہے ایسی صورت میں یہ مشورہ دینا کہ حج کے لئے ضرور آؤ کس عقلمندی پر مبنی ہے اگر حج کے لئے مسلمانوں کو بھیجنا ہی ضروری تھا تو ان محرکین کو چاہیئے تھا کہ کم از کم ابن سعود اور شریف علی کو اس امر پر آمادہ کیا جاتا کہ وہ حج کے ایام کے لئے اپنی فوجوں کو میدان جنگ سے ہٹا لیں ابن سعود جدّہ کا محاصرہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ جاویں اور شریف علی حاجیوں کی آسائش اور آرام کے لئے جدہ سے مکہ تک جو بہترین انتظام کر سکتے ہیں اسمیں فرق نہ کریں اور جب حج ختم ہو جاوے اور حاجی اپنے گھروں میں پہنچ جاویں اگر وہ مصالحت نہ کر سکیں تو لڑ کر دل کی بھڑاس نکال لیں اسوقت مسلمانوں کی حالت پر رحم کریں اور ان کے خون سے اپنے ہاتھ سے نہ رنگیں۔ مگر اسطرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور

مولانا شوکت علی صاحب زور دے رہے ہیں کہ حج کو ضرور جاؤ ہے حج زور سے مسلم جرائد اور مسلم لیڈران اور فتوے دینے والے علماء کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ واری کا احساس کریں اور مسلمانوں کے اموال اور انکی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالیں جن بندرگاہوں سے حاجیوں کو لے جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ خطرہ سے خالی نہیں ہیں اور وہاں انہیں بہت سی تکالیف کا اندیشہ ہے اسلئے اولاً تو حج کے لئے اس سال جانے کی قطعاً ممانعت کر دی جاوے اور ارض حرم کے باشندوں کی امداد کے لئے اشیاء خوردنی کے دو تین جہاز بھیج دیئے جاویں۔ اور اگر بغیر حج کے چارہ نہیں تو دو لڑنے والوں سے فیصلہ کیا جاوے اور راستہ کے امن کی یکساں ذمہ واری لی جاوے اور جدّہ کے بندرگاہ کی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا جاوے اور مکہ معظمہ کے درمیان راستہ کی حفاظت اور حاجیوں کی آمدرفت کے لئے کافی سواری کے بہم پہنچانے کا انتظام کیا جاوے۔ ہندوستان کا اسلامی وفد جو سیر و تفریح اور تبدیل آب و ہوا کے لئے جدّہ گیا تھا اگر وہ کم از کم حج کی آسایش اور سہولت کے لئے کوئی انتظام کرا آتا تو یہ بھی بڑی خدمت اسلام اور اہل اسلام کی ہوتی مگر وہ تو حکومت کے فیصلہ ہی کی فکر میں رہا۔ اور اس طرح بے نیل و مرام ایک معقول رقم خرچ کر کے واپس آ گیا۔

میں ایک بار پھر اخلاص سے عرض کرتا ہوں کہ اس موقع کی نزاکت پر غور کیا جائے اور ایسی راہ پیدا کی جائے جو مسلمانوں کے اموال اور انکی جانوں کی حفاظت کا موجب ہو سکے محض حج کے نام سے ایک جوش پیدا کر کے انہیں خطرہ میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔

ہندی گورنمنٹ نے اپنی تحقیقات کی بنا پر جو مشورہ مسلمانوں کو دیا تھا وہ سراسر نیک نیتی پر مبنی تھا مگر اسے بھی بدظنی پر محمول کیا گیا۔ اسلئے گورنمنٹ کسی قسم کی مداخلت نہیں کرنا چاہتی اور اسے کرنی بھی نہیں چاہیئے مگر خود مسلمانوں کو سوچنا چاہیئے کہ وہ کس راہ پر جا رہے ہیں۔

ترکستان کو یا کعبہ کو۔

بیشک اسوقت مسلمانوں کو یہ مشورہ دینا کہ حج کے لئے چلو ایک خوشنما اور پسندیدہ فعل نظر آتا ہے اور اسمیں بھی شبہ نہیں اگر مسلمان حج کو نہ جائیں تو ساکنین حرم (جنکی ضروریات زندگی کا مدار بظاہر اسباب اسی موسم حج پر ہے) کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ درپیش ہے مگر اسکی تلافی اور انسداد امدادی رقوم اور اجناس کی روانگی سے ہو سکتی ہے اور اسطرح پر تھوڑے خرچ سے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت ہو سکتی ہے اس بات کو حج کے لئے لانیوالوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ان بندرگاہوں پر اترنیکے لئے تکالیف ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ بآسانی انتظام ہو سکتا ہے۔ تکالیف کا وجود تو مسلّم ہے وہ دور ہو سکتے ہیں یا نہیں یہ بعد کی بات ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ منہ مانگا روپیہ دیکر ہر آسانی میسر آ سکتی ہے لیکن مسلمانوں کی مالی اور اقتصادی حالت کو مدنظر رکھنا بھی تو ضروری ہے اسلئے قبل اسکے کہ یہ دعوت دی جائے اور مسلمانوں کو خطرہ میں ڈالا جائے اس امر کا پورا انتظام اور کافی ضمانت ہونی چاہیئے محض مکہ معظمہ کے علماء کے خطوط کی اشاعت یا ابن سعود کا پیغام کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

غرض جہانتک ظاہر حالات سے پتہ لگتا ہے راستہ صاف نہیں اور نہ آمدو رفت کے ذرائع کا کافی انتظام ہے ایسی حالت میں حج کے لئے جانا اپنی آپکو خطرہ میں ڈالنا ہے اور اس سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ چاہو تو عمل کرو۔

داستان ہجرۃ کا آخری ورق

ہندوستان سے افغانستان کو ہجرت کی تحریک جس دھوم دھام سے شروع کی گئی تھی اور جس ناکامی اور نامرادی کے ساتھ ختم ہوئی اسکی داستان ابھی زبان زد عام و خاص ہے۔ بہت سے جو اپنا گھر بار بیچکر حسرت سے گئے تھے اور پھر جو حسرت و یاس کے ساتھ واپس ہوئے اسکی یاد ابتک خون کے آنسو رُلا رہی ہے۔

ان مہاجرین میں ایک میاں غلام محمد عزیز امرتسری تھے جو اُسوقت بڑی سرگرمی سے کام کرتے تھے اور رفقاء الہجرۃ کے مقام پر کرتے تھے۔ اب جبکہ ہجرۃ کی صبح مسرت شام غم سے تبدیل ہو چکی ہے آپ نے بھی مراجعت وطن کا ارادہ کر کے برٹش سفارت کابل کے ذریعہ حکومت ہند سے واپسی کی اجازت چاہی ہے۔ حکومت ہند غالباً اپنی فراخ دلی سے ان صبح کے بھولے ہوئے کو شام کو گھر آنے کی اجازت دینے میں مضائقہ نہ کریگی مگر تعجب اس امر پر ہے کہ وہ جس حکومت سے عدم تعاون کرنے کے فتاوے کی تعمیل میں ہجرت کر کے گئے تھے کیا اب ان فتوے کو منسوخ اور مفتیوں کو مخذول سمجھ لیا ہے؟ اگر وہ زبان سے اقرار نہ کریں تو حرج نہیں خود انکا عمل بتا رہا ہے کہ

وہ ان ملانوں سے بیزار ہیں

بہرحال داستان ہجرۃ کا یہ آخری ورق ہندوستان کے مجوزین ہجرۃ کے لئے بہت کچھ عبرت کا سبق لے کر آئے گا۔

یوغوسلافیا کے مہاجرین

ترکی اور یوغوسلافیا کی نمائیندوں میں ایک معاہدہ ہوا ہے جسکی رو سے یوغوسلافیا سے مسلمانوں کو ہجرۃ کی اجازت دی جائیگی اور حکومت یوغوسلافیا ضروری سہولتیں بھی انھیں بہم پہنچائیگی اور انہیں اختیار ہوگا کہ یوغوسلافیہ میں جو مال و جائداد ہے وہ فروخت کر دیں۔ اور ترکی چلے آئیں سب پینتالیس ۴۵ ہزار مسلمان ہجرت کرنے والے ہیں انہیں سے صرف پانچہزار پہلی سال ترکی میں قبول کئے جائینگے۔

ہجرۃ اور تبادلہ رعایا کے متعلق ترکی میں جب پہلے تحریک ہوئی ہے تو اسوقت بھی اسے میں نے خوفناک ظاہر کیا تھا یہ اسلام اور مسلمانوں کو ان ممالک سے اپنے ہاتھ سے خارج کرنے کے مترادف ہے۔ یوغوسلافیہ کے مسلمان باہمت اور غیور مسلمان ہیں اور ان میں دینداری کا چرچا ہے دینی علوم سے مذاق بھی ہے گزشتہ سال سفر یورپ کے اثناء میں وہاں کے بعض مسلمانوں سے ملنے کا مجھے موقعہ ملا۔ اور وہ اشاعت اسلام کے کام میں ہر طرح مدد دینے کے لئے آمادہ تھے مگر اب انکی اعانت حاصل کرنے کی بجائے ترکی نے جو قدم انکو وہاں سے نکالنے کے متعلق اٹھایا ہے یہ نہایت غلط اور افسوسناک ہے۔ اس طرح ہم وہاں کے مسلمانوں کو نہیں بلکہ اسلام کو ہم وہاں سے نکال رہے ہیں اور وہاں اشاعت اسلام کے دروازہ کو بند کر رہے ہیں وہاں کی مساجد جنمیں خدائے قدوس کا نام بلند کیا جاتا تھا اب گرجوں کی شکل اختیار کر لیں گی اور اس کے محرک ہم آپ ہونگے۔ ہندوستان کے مسلمان اور انکی خلافت کمیٹیاں علماء اور انکی مجالس اگر کچھ اثر رکھتی ہیں تو انہیں چاہئے کہ اس لغو تحریک کی نہ صرف مخالفت کریں بلکہ اسکو رکوانے کی ہر ممکن کوشش کریں اقتصادی طور پر بھی مسلمانو

کو اس سے نقصان پہنچے گا وہ اپنی املاک کو سستے داموں بیچنے پر مجبور ہو جائینگے اور ترکی میں جا کر نئے مکانات بنانے یا خریدنے میں بھی نقصان ہوگا اور اسی طرح تبادلہ کی وجہ سے بھی بعض نقص پیدا ہونگے غرض یہ تحریک ہر پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان رساں ہے۔

خدا کے لئے مسلمانوں پر رحم کرو

سیام میں جو مسلمانوں کو بجبر بدھ بنانیکی خبر بنکاک کی ایک انجمن علماء کے سکرٹری نے شائع کرا کے شکم پری کی تجویز نکالی تھی معتبر ذرائع سے اسکی تردید ہو گئی انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ نے انہیں ایام میں تحقیقات کے لئے ایک وفد بھیجنے کی خواہش کی تھی اور مسلمانوں سے اس کے اخراجات کا مطالبہ کیا مگر کسی نے کچھ نیلا دلایا نہیں اب باوجودیکہ اس خطرہ کی تردید سرکاری طور پر بھی ہو چکی ہے مگر تبلیغ الاسلام کو وفد بھیجنے کا بہت شوق ہے اسکی رائے میں بدون وفد گئے تحقیقات مکمل ہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ بنکاک کی انجمن اسلامیہ اور سیام گورنمنٹ صحیح حالات شائع کر چکی ہے۔

خدا کے لئے مسلمانوں کے اموال کو جائز اور نہایت ضروری طور پر خرچ کرنیکی کوشش کرو۔ جب ایک امر واضح ہو گیا اسکے لئے وفد کا سوال پیش کرنا نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ تبلیغ الاسلام کے کام کو مشکوک کر دیگا کہ دوسروں کی جیب پر سیر و سیاحت کا ارادہ ہے اسلئے ایسی تجاویز کو مسترد کر دینا چاہیئے۔ اگر صحیح رپورٹیں نہ آگئی ہوتیں تو ہم سب سے پہلے ایسے وفد کی تائید کرتے مگر اب اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

احمدیہ سکول ساندھن کے طلباء کا

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے نکاح کی خوشی میں

مبارکباد کا جلسہ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جسنے ملکانہ قوم کی آبادیوں میں سے ایک آبادی جنگر اسلام کی تبلیغ کا مرکز بنایا۔ جہاں سے اُمید ہے کہ نور اسلام ملکانہ قوم میں بہت جلد پھیل جائیگا اور وہ آبادی ساندھن ہے کہ جہاں پر حقیقی اسلام (احمدیت) کے سینکڑوں شیدائی پیدا ہو گئے ہیں ان تازہ نومسلموں کی بعض قربانیوں کو دیکھ کر آبائی مسلمونکو بھی رشک آتا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا اخلاص اور مذہبی جوش بھر دیا ہے کہ اب وہ فرماتے کہ وہ کس کی طرح کوہ کفر کو بھاڑ کر ہٹانیکے لئے کمریں کس رہے ہیں اور بجائے لیکچر اسلامی سُننے کے خود لیکچر اسلامی دے رہے ہیں اور صداقت اسلام کو پھیلا رہے ہیں جسکی تازہ مثال ذیل میں لکھ کر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

تھوڑے عرصہ سے جماعت احمدیہ ساندھن کے ممبروں کا ایک جلسہ ہر پندرہ روز کے بعد ہونا قرار پایا ہے چنانچہ اس بنا پر ماہ اپریل میں دو جلسے ہوئے ہیں اور ان جلسوں میں بڑے احباب اور تعلیم یافتہ اصحاب کے علاوہ نوجوان طلباء نے بھی اسلامی احکام کی صداقت پر لیکچر زور سے دئے گو طلباء کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا مگر پھر بھی انہوں نے حاضرین کو حیرت میں ڈالدیا نہایت جرأت اور جوش سے اپنے اپنے مضامین کو بیان کرتے رہے انکی اس اخلاص اور ترقی پر ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان طلباء کو علم سے بہرہ ور کر کے دینی خدمت پر مقرر ہونیکی توفیق بخشے۔ دوسری مثال یہاں کے احمدی طلبہ کی اور احمدی ممبران حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے چوتھے نکاح کرنیکی خوشی پر مبارکباد کے جلسہ سے ملتی ہے جو کہ ۱۹ اپریل ۱۹۲۵ء کو منعقد ہوا۔ حضور اقدس کے نکاح کی خبر سنتے ہی طلبہ نے خوش ہو کر اپنے اساتذہ کے زیر اہتمام اور جناب ڈاکٹر نور احمد صاحب سب اسسٹنٹ سرجن دیر حلقہ تبلیغ آگرہ و متھرا کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد کیا۔ جناب صدر جلسہ کے جلسہ میں تشریف لانے پر تمام طلبہ نے باقاعدہ اور مؤدب کھڑے ہو کر اپنے استاد کے اشارہ سے ایک زبان ہو کر تین بار مبارکباد کہی اور پھر ایک سنہری مبارکباد کا قطعہ جو کہ جس میں ایک نظم لکھی تھی حضور اقدس کی خدمت میں قادیان پہنچانے کے لئے جناب صدر کے پیش کی۔ اور پھر خوش آواز طلباء نے نظمیں پڑھیں طلباء کی خواہش کے مطابق خاکسار (محمد حنیف) نے بھی ایک نظم "دُرِّثمین" سے سنائی۔ اسکے بعد صدر جلسہ نے طلباء کی مبارکباد کے جواب میں مختصر سی تقریر فرما کر حضور اقدس کے اس چوتھے نکاح کرنے کی وجہ اور غرض بتلائی۔ اور طلبہ کو پڑھنے کا شوق دلایا اور جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ سکول میں نہایت عمدہ سجاوٹ کی گئی تھی چھوٹے بڑے تمام حاضرین ۸۰ کے قریب تھے۔

احمدیہ گرلز سکول ساندھن کا جلسہ

طلباء کے جلسہ کے علاوہ احمدیہ گرلز سکول کی لڑکیوں نے بھی جلسہ کیا جسمیں چھوٹی بڑی کل مستورات ۳۰ کے قریب تھیں جنھوں نے نہایت شوق سے جلسہ میں حصہ لیا۔ صدر جلسہ جناب ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ مکرمہ تھیں۔ مکرمی رحیم خان (روشن سنگھ) احمدی کی لڑکی یعقوبن قرآن مجید پڑھا۔ اور پھر خاکسار (محمد حنیف) کی اہلیہ نے ایک نظم پڑھی جو قرآن مجید کی ایک دعا کا ترجمہ تھا۔ اسکے بعد مکرمہ جہاں آرا بیگم صاحبہ (بنت قریشی افضال احمد صاحب مرحوم) استانی گرلز سکول نے پُرجوش تقریر کی اور مستورات کو آئندہ ہر ایک جلسہ میں حاضر ہونے کے لئے شوق دلایا اور جلسہ دعا پر ختم ہوا۔

الحمد للہ والمنۃ کہ ایسے احباب پیدا ہو رہے ہیں جو ساندھن کی ترقی کا موجب ہیں۔ تمام احمدی احباب کو اور خصوصاً ان احباب کو جو ساندھن میں رہ گئے ہیں خاکسار مبارکباد دیتا ہے کہ اب ساندھن میں دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے اور نیز باقی علاقہ میں بھی اشدھی کا دم ناک میں آیا ہوا ہے۔ اور اب جہاں کہیں بھی آریوں نے اشدھی کی تاریخ باندھی خدا کے فضل سے کامیاب نہیں ہوتی اور منہ کی کھا کر بھاگتے ہیں اور اب میدان احمدی مبلغین سے آہستہ آہستہ پھر بھر رہا ہے اور تبلیغ کا کام بفضل خدا باقاعدگی سے خوب ہو رہا ہے پس ان حالات کو پڑھکر احباب دردِ دل سے دعا کریں۔ دعاؤں کی سخت ضرورت ہے کیونکہ ابھی ہمارے تبلیغی کام کے آگے بہت سی رکاوٹیں ہیں اور بہت مشکلات ہیں۔ ساندھن میں ہی ایک حصہ ابھی ایسا موجود ہے جو حقیقی اسلام سے ابھی بہت دور ہے۔ احباب دعا کریں کہ ساندھن کے باقی حصہ کو بھی جو ہم سے دور ہے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے اور حقیقی اسلام سے منور فرماوے۔ اور جو احباب ہمارے سلسلہ میں داخل ہیں انکو بھی اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اور ترقی بخشے اور تمام علاقہ میں اسلام ہی اسلام ہو اور ہمیں دین کی کما حقہ خدمت کرنیکی توفیق بخشے۔ اور ہم اسلام ہی کیلئے لڑیں نہ کہ نام کے لئے۔ خاکسار قریشی محمد حنیف احمدی اول مدرس احمدیہ اسکول ساندھن ضلع آگرہ مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۲۵ء

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی ایک شان

دار المصنفین بہت عمدہ کام کر رہا ہے اور اسوقت تک بعض بہت ضروری اور اہم تالیفات شائع کر کے اسلامی ہند اور اردو زبان پر بہت بڑا احسان کیا ہے سیر الصحابہ اور سیر صحابیات اور سیر الانصار ایسی کتابیں ہیں جو ہر مسلمان کو پڑھنی چاہئیں اس سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے کیسے لوگ تیار کئے تھے اور ان میں کیا روح پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ وقتاً فوقتاً صحابہ کے اخلاق و شمائل کے بعض تذکرے الحکم کے ذریعہ ان تالیفات سے لیکر شائع کروں تاکہ ہم بھی اپنے اندر وہی روح حقیقت پیدا کرنیکی سعی کریں کیونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو صحابہ کی جماعت کے ساتھ ایک خاص تعلق اور نسبت ہے۔ عرفانی۔

(۱)

حضرت ابو درداؓ رضی اللہ عنہ مشہور انصاری ہیں حضرت سلمانؓ فارسی رضی اللہ عنہ عہد مواخات کی رو سے ان کے بھائی تھے۔ حضرت ابو درداؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ شام کو چلے گئے تھے اور دمشق میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ انکے سفر شام کا واقعہ عجیب و غریب ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ترک وطن کی اجازت چاہی حضرت فاروق نے فرمایا کہ اجازت تو نہیں دیتا ہاں حکومت کی کوئی خدمت قبول کیجئے تو منظور کر سکتا ہوں۔ ابو درداؓ نے کہا کہ میں حاکم بننا نا پسند کرتا ہوں حضرت فاروق نے فرمایا پھر اجازت کی امید فضول ہے۔ حضرت ابو درداؓ نے درخواست کی کہ حکومت کے بجائے لوگوں کو قرآن و حدیث سکھاؤنگا اور نماز پڑھاؤنگا۔ فرمایا یہ البتہ قبول ہے چنانچہ اس اداء فرض کی نیت سے شام کا سفر اختیار کیا اور تمام عمر اسی خدمت میں گزار دی اور مقام کے تکلفات کا اثر ان پر غالب نہ ہوا سادگی اور بے تکلفی کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب شام کا سفر کیا اور وہاں بعض صحابہ کرام کے مکانوں پر جاکر ملاقات کی تو سب کے ٹھاٹھ دیکھے حضرت ابو درداؓ کے گھر پہنچے تو مکان میں چراغ تک نہ تھا کشور دین دلمۃ کا امیر اندھیرے تاریک مکان میں ایک کمبلی اوڑھے پڑا تھا حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے پوچھا اس عسرت سے زندگی گزارنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابو درداؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

دنیا میں ہمکو اتنا ساز و سامان رکھنا چاہئے جتنا ایک مسافر کیلئے درکار ہے

آہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہو گئے اس پُر اثر فقرہ نے یہ عالم کر دیا کہ دونو بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی۔

(۲)

ہم دو شہر سے دور بھاگتے تھے۔ حضرت ابو درداؓ کی سکونت شام کا یہی سبب تھا فرماتے تھے جس مقام پر دو آدمی ایک بالشت زمین کے لئے منازعت کریں میں اسکو چھوڑ دینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ نہایت ہشاش بشاش رہتے اور لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے گفتگو کے وقت لب مبارک پر تبسم ظاہر ہوتا تھا۔

مزاج فطرۃً سادہ تھا مسجد دمشق میں خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے ایک شخص نے انکو اس حالت میں دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہیں حضرت ابو درداؓ نے اُسکے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔ بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے باایںہمہ تنگدستی مہمانوں کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ اکثر ان کے یہاں لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ جب کوئی مہمان آتا تو حضرت ابو درداؓ دریافت کرتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا۔ جانیکا قصد ہوتا تو مناسب زادراہ بھی ساتھ کر دیتے تھے۔

(۳)

دل کے نرم تھے ایک دن کسی طرف جا رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہے ہیں پوچھا تو معلوم ہوا کہ اسنے کوئی گناہ کیا تھا۔ حضرت ابو درداؓ نے کہا کہ ایک شخص **کنوئیں میں گرے تو اسکو نکالنا چاہئے گالی دینے سے کیا فائدہ؟** اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ رہے لوگوں نے عرض کی کہ کیا آپ ایسے شخص کو بُرا نہیں جانتے فرمایا **اس شخص میں طبعًا تو کوئی بُرائی نہیں البتہ اسکا یہ عمل بُرا ہے جب چھوڑ دیگا** تو پھر میرا بھائی ہے۔

(۴)

طبیعت میں استغناء اور بے نیازی بھی تھی عبداللہ بن عامر شام آیا تو بہت سے صحابہ اپنی وظائف لینے گئے لیکن حضرت ابو درداؓ اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے۔ عبداللہ خود انکا وظیفہ لیکر انکے مکان پر آیا اور کہا کہ آپ تشریف نہیں لائے تو میں خود وظیفہ لیکر حاضر ہوا ہوں انہوں نے جواب دیا کہ آج تم سے زیادہ خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک کوئی ذلیل نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

جب امراء اپنی حالت بدل لیں تو تم بھی اپنے کو بدل لو

حضرت ابو درداؓ کی زندگی کلام الٰہی اور حدیث نبوی کی تعلیم و اشاعت میں صرف ہوئی۔ جس وقت روح مطہر عالم فنا سے عالم بقاء کو پرواز کر رہی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جلیل الشان صحابی اہل شہر کو جمع کر کے نماز کے متعلق آخری وصیت سنا رہا تھا۔

حضرت ابو درداؓ کی زندگی زاہدانہ بسر ہوتی تھی وہ دنیائے دوں کی دلفریبیوں اور عالم فانی کے تکلفات سے ملوث نہ تھے فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی حیثیت سے رہنا چاہئے۔

امر بالمعروف تمام تربیت یافتگان نبوۃ کا فرض تھا حضرت ابو درداؓ بھی اسی فرض سے غافل نہ تھے امیر معاویہؓ نے کوئی چاندی کا برتن خریدا جسکی قیمت میں چاندی کے وزن سے کم و بیش روپیہ مالک کو دئے حضرت ابو درداؓ نے فوراً ٹوکا کہ معاویہ! یہ درست نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی سونے میں برابر سرابر کا حکم دیا ہے۔

(۵)

باایں‌ہمہ کہ وہ بساط نبوۃ کے حاشیہ نشین تھے خالق کون و مکان کے جلال و جبروت کا تخیل ان کے جسم پر رعشہ پیدا کر دیتا تھا ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا کہ

میں اس روز سے بہت خائف ہوں جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟

وفات کے وقت آپ گریہ وزاری میں مصروف تھے بیوی نے کہا کہ آپ صحابی ہو کر روتے ہیں حضرت ابو درداؓ نے فرمایا کیوں نہ روؤں خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو۔ اسی حالت میں بلالؓ کو بُلایا اور فرمایا دیکھو ایک دن یہ واقعہ تم کو بھی پیش آنا ہے اسدن کے لئے کچھ کر رکھنا۔

موت کا وقت قریب آیا تو جزع فزع کی کوئی انتہا نہ تھی ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ خوف و رجا کے مابین ہوتا ہے۔

حضرت ابو درداؓ پر خوف الٰہی کا نہایت غلبہ تھا بیوی پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھی شوہر سے کہا کہ تم موت کو محبوب رکھتے تھے پھر اسوقت پریشان کیوں ہے؟ فرمایا یہ سچ ہے لیکن جبوقت سے موت کا یقین ہوا ہے سخت پریشانی ہے یہ کہکر روئے پھر فرمایا یہ میرا آخر وقت ہے کلمہ پڑھاؤ چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور حضرت ابو درداؓ اسکو دُہراتے رہے یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(ماخوذ سیر الانصار)

حضرت ابو درداؓ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے یہ چند واقعات ہمارے لئے درس عبرت ہیں۔ آؤ ہم اپنی زندگیوں میں دیکھیں کہ کس حد تک ہم اس رنگ سے رنگین ہیں۔

حضرت ابو درداؓ کی زندگی میں خودداری۔ قناعت اپنے بھائیوں کی کمزوریوں پر اصلاح کا فکر اور چشم پوشی کا احساس۔ خود کام کرنے سے عار نہ کرنا۔ اپنے نفس کا احتساب اور موت کا خوف یہ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کی ذاتی اصلاح کے لئے بہت ہی معین ہیں اگر ہم محاسبہ نفس کرتے رہیں اور اپنے اعمال و افعال کا جائز طور پر جائزہ لیتے رہیں تو ہمارا قدم اس مقصد اور منزل کی طرف خدا کے فضل سے جا سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کا ہے لیکن اگر دنیا کے اموال اور دنیا کی جھوٹی عزتیں اور خود نمائیاں ہمارا قبلہ مقصود ہو جائے تو پھر ہم اس قدر (خدا نہ کرے) اصل راستہ سے دور ہوتے جائیں گے۔ ہماری زندگیوں میں سادگی کی ضرورت ہے اور جبتک تکلفات کی زندگی سے ہمیں نجات نہیں ملتی حقیقی اسلامی روح ہم میں پیدا نہیں ہوگی کیونکہ نمائش اور تکلفات کا خیال ہمارے اندر رعونت خود نمائی اور پھر خود غرضی پیدا کریگا اور اسطرح اخلاق فاضلہ ہم میں پیدا نہ ہوں گے۔

حقیقت میں جو شخص دنیا میں ایک مسافر کی زندگی بسر کرتا ہے اسکی نظر ہر وقت منزل مقصود پر ہوتی ہے اور وہ غافل اور سُست نہیں ہوتا اور درمیانی منزلوں میں سے کسی پر بھی جی لگا کر یا تھک کر بیٹھ نہیں جاتا بلکہ اسکا قدم تیزی سے اُٹھتا ہے پس اگر ہم اس حقیقت کو سمجھ لیں اور دنیا میں ایک مسافر کی زندگی بسر کرنیکا عزم کر لیں تو خدا کی طرف ہمارا قدم تیز ہو جائیگا اور ہر آن ہم کوشش کرینگے کہ سبکتر ہوں۔

غرض حضرت ابو درداؓ کی زندگی ہمارے لئے بہت سی قیمتی سبق اپنے اندر رکھتی ہے اسپر غور کریں اور اپنے آپ کو اس راستہ پر چلانے کیلئے تمام تر کوشش کریں۔

...! جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] عرفانی

۲۷ ماہ رمضان المبارک کا ایک مہتم بالشان واقعہ

خدا کے ایک برگزیدہ نبیؑ کی وفات

یوسفؑ کہاں موسیٰؑ کہاں ایوبؑ اور یحییٰؑ کہاں
مریمؑ کہاں عیسیٰؑ کہاں آخر فنا آخر فنا

آہ! موت ایک ایسی گھاٹی ہے کہ جس میں سے ہر ایک فرد بشر کو خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ - امیر ہو یا غریب - بادشاہ ہو یا فقیر - عالم ہو یا جاہل - بچہ ہو یا بوڑھا - مرد ہو یا عورت - بالغ ہو یا نابالغ - طوعاً و کرہاً گزرنا پڑتا ہے - ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک خدا کی سنت اسی طور پر ظہور پذیر ہوتی رہی کہ جو بھی بشریت کی چادر پہنکر اس دنیا میں ظاہر ہوا آخر ایک دن اُسے اس جہان سے کوچ کرنا پڑا - بڑے بڑے انبیاءؑ اور صلحاء جو خدا کے خاص مقرب اور مقبول تھے اسی موت کے ذریعہ سے ہی ہم سے جدا کئے گئے حتٰی کہ سب نبیوں کے سردار جناب سرور کائنات و فخر موجودات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے جلیل القدر الشان بھی جو لقاء الٰہی کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچے ہوئے تھے آخر موت کے ذریعہ سے ہی اس جہان کی کثافت سے الگ ہو کر عالم لطافت میں جلوہ افروز ہوئے اور اپنے محبوب حقیقی کو پایا - جب آپ جیسے محبوب خدا کو بھی اپنے آقا رب العالمین سے ملاقی اور واصل ہونے کے لئے موت کے دروازہ سے ہی گزرنا پڑا اور کون ہے جو بغیر اس راہ گزرنے کے اپنی جسمانی کثافت کو لیتا ہوا سیدھا عالم برزخ میں قدم زن ہونے کا دعویٰ کر سکے - درحقیقت ایسا دعویٰ کرنا یا اس امتیاز کو جو سراسر بشریت کے منافی - توحید کے خلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی برتری اور فضیلت پر ایک خطرناک اور ہتک آمیز حملہ ہے کسی اور کی طرف منسوب کرنا حد درجہ کی شقاوت اور تیرہ بختی ہے تاریخ عالم شاہد ہے کہ جس قوم میں بدقسمتی سے اس قسم کا عقیدہ پھیلا اور انہوں نے حیات ابدی کو بمعہ جسد عنصری کسی اپنے بڑے کی طرف منسوب کیا تو وہ قوم خدا کے غضب کی مورد بنکر قعر ذلت میں ایسی گری کہ آجتک وہاں سے نہیں نکل سکی چنانچہ یہود کا عبرتناک واقعہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے - انھوں نے حضرت الیاسؑ کی نسبت خیال کیا کہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور یہ کہ حضرت مسیح کی آمد کے قبل وہ دنیا میں نازل ہوں گے - لیکن انکا یہ خیال بوجہ سنتہ اللہ کے خلاف ہونیکے پورا نہ ہوا پر نہ ہوا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کی شناخت سے محروم رہ گئے اور آجتک حضرت الیاس کے نزول از آسمان کے منتظر ہیں - حالانکہ حضرت عیسیٰؑ نے اسکی یوں تشریح کر دی تھی کہ حضرت الیاس کے نزول سے مراد کسی اور شخص کا انکی خو بو پر اور صفات میں ظاہر ہو کر ویسا ہی کام کرنا ہے جیسا کہ اُنھوں نے کیا تھا - چنانچہ یہ پیشگوئی حضرت یحییٰؑ کی ذات میں پوری ہو چکی - یہود اپنے اس مشرکانہ عقیدہ کی وجہ سے خدا سے دور ہو گئے - مغضوبین کے گروہ میں شامل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت موسویہ پر ایسی لعنت پڑی کہ وہ آجتک نہایت ذلیل زندگی بسر کر رہے ہیں جیسا کہ فرقان حمید کی آیت ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ سے عیاں ہے مگر افسوس صد افسوس آنحضرتؐ کی اس پیشگوئی کے مطابق کہ میری اُمت ایک دن مثل یہود ہو جائے گی - آج ملت بیضا بھی دجالی فتنہ سے متاثر ہو کر ایک ویسے ہی غلط عقیدہ میں مبتلا ہو گئی ہے اور عیسائی عقائد کی تتبع میں یقین کر بیٹھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بجسم عنصری زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور یہ کہ وہ بنفس نفیس چودھویں صدی کے آغاز میں نزول فرما ہوں گے - چونکہ یہ عقیدہ غایت درجہ مشرکانہ ہونے کے علاوہ ہمارے رسول اکرمؐ کی شان پر نہایت گستاخانہ حملہ کرنیوالا ہے اور اس سے عیسائی فتنہ کو بیحد تقویت پہنچ رہی ہے اسلئے خدا کا ہاتھ مسلمانوں کے سر پر سے اُٹھتا گیا اور وہ خدا سے دور ہو گئے اور خدا ان سے دور ہو گیا اور آج اُسکا غضب پورے جوش و خروش کے ساتھ انپر نازل ہو رہا ہے اور وہ مثل یہود نہایت بُری طرح ذلت کے گڑھے میں گرتے جا رہے ہیں اور کفار کے مقابلہ میں ہر جگہ ایسی شکست و ہزیمت اُٹھا رہے ہیں کہ جسکو دیکھ کر بہی خواہان ملت محمدیہؐ کی چیخیں نکل جاتی ہیں - انکے علماء کی اندرونی باطنی اور اخلاقی حالت نہایت درجہ گندی ہو گئی ہے اور وہ نفسانیت کا شکار ہو کر اسلامی کشتی کو تباہی کی طرف لیجا رہی ہیں اور ایسے گرداب کی طرف اسکی رہنمائی کر رہے ہیں جو نہایت خطرناک ہے - گزشتہ چند ایک سال میں سیاسی رو میں آکر انہوں نے اسلام اور اسلامیوں کو نقصان پہنچایا وہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہئے تھا مگر مسلمان ہیں کہ خواب غفلت میں ایسے سوئے پڑے ہیں کہ انکو اپنی پستی اور خستگی کا احساس بالکل نہیں رہا - یہ سب اسلئے ہوا کہ انھوں نے سید الکونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی - حضورؐ کی قوت قدسیہ پر نہایت ناپاک حملے کئے اور حضورؐ کو مردہ گروہ میں شامل کیا اور اسکے مقابلہ میں ایک ایسے نبی کو جو آنحضورؐ کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا حَيٌّ عَلَى السَّمَاءِ سمجھ کر ایسی ایسی فضیلتیں اسکی طرف منسوب کیں کہ جنکو سنکر بیشمار مسلمانوں کے دل متزلزل ہو گئے اور انہوں نے آنحضرتؐ کی بجائے حضرت عیسیٰؑ کی اتباع کو زیادہ افضل سمجھا - چنانچہ کون نہیں جانتا کہ بڑے بڑے خاندانی گھرانے اور عالم و فاضل مسلمان جو کسی زمانہ میں فرزندان اسلام ہونیکا فخر رکھتے تھے - آج وہ عیسائی ہو کر ملت بیضاء کی تخریب کے درپے ہیں -

پس دوستو یقین رکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا عقیدہ جھوٹا اور بے بُنیاد عقیدہ ہے جس کا قرآن اور احادیث میں کوئی ثبوت نہیں - یہ صرف فیج اعوج کے زمانہ میں ان عیسائیوں کی مہربانی سے اسلام میں داخل ہو گیا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں داخل ہوئے لیکن انکی تعلیم و تربیت اور انکے عقائد کی درستگی کا انتظام مسلمانوں کی طرف سے نہ ہو سکا - حقیقۃ الامر یہ ہے کہ وہ خدا کا نبی فوت ہو چکا ہے اور اسی طرح فوت ہو چکا ہے جسطرح دیگر انبیاء فوت ہو چکے ہیں - اور آج اُسکی روح جنت میں اپنے مولیٰ کے فضل سے اسی طرح سرشار ہو رہی ہے جسطرح دیگر انبیاء کی روحیں ہو رہی ہیں - چنانچہ

آج ستائیسواں ماہ رمضان المبارک وہ شب معروف ہے جس میں خدا کے اس برگزیدہ رسول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے عین مطابق اپنی طبعی عمر گزار چکنے کے بعد اس دار فانی سے رحلت فرمائی - چنانچہ اسکا ثبوت طبقات الکبیر ابن سعد (جو کہ حالات شریفہ آنحضرتؐ و حالات صحابہ بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے) میں ہے جس کے جزو ثالث صفحہ ۲۶ پر ہبیرہ بن مریم سے روایت ہے لَمَّا تُوُفِّيَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ قَامَ حَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ قد قبض الليلة رجل لم يسبقه الاولون و لا يدركه الآخرون فقد كان رسول الله يبعث المبعث فيكتنفه جبريل من يمينه وميكائيل من شماله فلا ينثني حتى يفتح الله له وما ترك الا سبعمائة درهم اراد ان يشتري بها خادمًا ولقد قُبض في الليلة التي عُرِجَ فيها بروح عيسى ابن مريم ليلة سبع عشرين من رمضان - یعنی اے لوگو آج وہ شخص فوت ہوا ہے کہ اسکی بعض باتوں کو نہ پہلے پہنچے ہیں اور نہ بعد میں آنیوالے پہنچیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے جنگ کے لئے بھیجتے تھے تو جبرئیلؑ اُس کے داہنی طرف ہو جاتے تھے اور میکائیل بائیں طرف پس وہ واپس نہیں ہوتا تھا جب تک فتح نہ ہو جاتی - اور اس نے صرف سات سو درہم ترکہ چھوڑا ہے جس سے اسکا ارادہ یہ تھا کہ ایک غلام خریدے اور وہ اس رات کو فوت ہوا ہے جس رات کہ عیسیٰؑ بن مریم کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی گئی تھی - یعنی رمضان کی ستائیسویں تاریخ -

اس حدیث میں صاف طور پر مسیح کے رفع روح کی خبر دی گئی ہے نہ کہ اس جسم کی بھی - پھر اسکی خاص تاریخ اور خاص وقت بھی بتلا دیا گیا ہے - اور بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جنکے کوئی اور معنے نہیں ہو سکتے - پھر ایسے طرز سے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب مخاطبین صحابہ اور تابعین اسوقت اور اس تاریخ کو اس واقعہ کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے کہ حضرت مسیح کی روح انہیں اُٹھائی گئی تھی -

پس آج ہم عیسیٰؑ کے یوم وصال کی یاد کو اپنے بھائیوں کے دلوں میں تازہ کرتے ہوئے نہایت درد دل کے ساتھ ان سے استدعا کرتے ہیں کہ خدارا وہ اسلام پر رحم کریں اور حیات مسیح جیسے غلط اور باطل اور بے بُنیاد عقیدہ کو جو اسلام کی سراسر تباہی اور بربادی کا موجب ہو رہا ہے فی الفور ترک کر دیں تا ان کے اس فعل سے اسلام کو تقویت اور رسول عربی فداہ امی و ابی کو فضیلت حاصل ہو اور خدا کا غضب جو آجکل انپر جوش زن ہے وہ تھم جائے اور اس کی جگہ اسکی رحمت و نصرت کے دروازے انپر کھل جائیں - اور وہ دجالی یعنی عیسائی فتنہ کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر کے اسلام کی برتری کو ثابت کر سکیں - مبارک ہیں وہ جو اس درد کی آواز کو سنیں وما علينا الا البلاغ مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ

المشتہر سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ فیروز پور پنجاب

۲۷ ماہ رمضان المبارک کا ایک مہتم بالشان واقعہ

خدا کے ایک برگزیدہ نبیؑ کی وفات

یوسفؑ کہاں موسٰیؑ کہاں ایوبؑ اور یحییٰؑ کہاں
مریمؑ کہاں عیسٰیؑ کہاں آخر فنا آخر فنا

آہ! موت ایک ایسی گھاٹی ہے کہ جس میں سے ہر ایک فرد بشر کو خواہ وہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ ۔ امیر ہو یا غریب ۔ بادشاہ ہو یا فقیر ۔ عالم ہو یا جاہل ۔ بچہ ہو یا بوڑھا ۔ مرد ہو یا عورت ۔ بالغ ہو یا نابالغ ۔ طوعًا و کرہًا گزرنا پڑتا ہے ۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک خدا تعالیٰ کی سُنت اسی طور پر ظہور پذیر ہوتی رہی کہ جو بھی بشریت کی چادر پہنکر اس دنیا میں ظاہر ہوا آخر ایک دن اُسے اس جہان سے کوچ کرنا پڑا ۔ بڑے بڑے انبیاؑ اور صلحاء جو خدا کے خاص مقرب اور مقبول تھے اسی موت کے ذریعہ سے ہی ہم سے جدا کئے گئے حتٰی کہ سب نبیوں کے سردار جناب سرور کائنات و فخر موجودات محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے جلیل القدر الشان بھی جو لقاء الٰہی کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچے ہوئے تھے آخر موت کے ذریعہ سے ہی اس جہان کی کثافت سے الگ ہوکر عالم لطافت میں جلوہ افروز ہوئے اور اپنے محبوب حقیقی کو پایا ۔ جب آپ جیسے محبوب خدا کو بھی اپنے آقا رب العالمین سے ملاقی اور واصل ہونے کے لئے موت کے دروازہ سے ہی گزرنا پڑا اور کون ہے جو بغیر اس راہ گزر کے اپنی جسمانی کثافت کو لیتا ہوا سیدھا عالم برزخ میں قدم زن ہونے کا دعویٰ کرسکے ۔ درحقیقت ایسا دعویٰ کرنا یا اس امتیاز کو جو سراسر بشریت کے منافی ۔ توحید کے خلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی برتری اور فضیلت پر ایک خطرناک اور ہتک آمیز حملہ ہے کسی اور کی طرف منسوب کرنا حد درجہ کی شقاوت اور تیرہ بختی ہے تاریخ عالم شاہد ہے کہ جس قوم میں بدقسمتی سے اس قسم کا عقیدہ پھیلا اور انہوں نے حیات ابدی کو بمعہ جسد عنصری کسی اپنے بڑے کی طرف منسوب کیا تو وہ قوم خدا کے غضب کی مورد بنکر قعر ذلت میں ایسی گری کہ آجتک وہاں سے نہیں نکل سکی چنانچہ یہود کا عبرتناک واقعہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ۔ انھوں نے حضرت الیاسؑ کی نسبت خیال کیا کہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور یہ کہ حضرت مسیح کی آمد کے قبل وہ دنیا میں نازل ہوں گے ۔ لیکن انکا یہ خیال بوجہ سنتہ اللہ کے خلاف ہونیکے پورا نہ ہوا پر نہ ہوا ۔ اور وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کی شناخت سے محروم رہ گئے اور آجتک حضرت الیاس کے نزول از آسمان کے منتظر ہیں ۔ حالانکہ حضرت عیسٰیؑ نے اسکی یوں تشریح کردی تھی کہ حضرت الیاس کے نزول سے مراد کسی اور شخص کا انکی خو بو پر اور صفات میں ظاہر ہوکر ویسا ہی کام کرنا ہے جیسا کہ اُنہوں نے کیا تھا چنانچہ یہ پیشگوئی حضرت یحییٰؑ کی ذات میں پوری ہوچکی ۔ یہود اپنے اس مشرکانہ عقیدہ کی وجہ سے خدا سے دور ہوگئے ۔ مغضوبین کے گروہ میں شامل ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت موسویہ پر ایسی لعنت پڑی کہ وہ آجتک نہایت ذلیل زندگی بسر کر رہے ہیں جیسا کہ فرقان حمید کی آیت ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ سے عیاں ہے مگر افسوس صد افسوس آنحضرتؐ کی اس پیشگوئی کے مطابق کہ میری اُمت ایک دن مثیل یہود ہوجائے گی ۔ آج ملت بیضا بھی دجالی فتنہ سے متاثر ہوکر ایک ویسے ہی غلط عقیدہ میں مبتلا ہوگئی ہے اور عیسائی عقائد کی تتبع میں یقین کر بیٹھی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی بجسم عنصری زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور یہ کہ وہ بنفس نفیس چودھویں صدی کے آغاز میں نزول فرما ہوں گے ۔ چونکہ یہ عقیدہ غایت درجہ مشرکانہ ہونیکے علاوہ ہمارے رسول اکرم کی شان پر نہایت گستاخانہ حملہ کرنیوالا ہے اور اس سے عیسائی فتنہ کو بیحد تقویت پہنچ رہی ہے اسلئے خدا کا ہاتھ مسلمانوں کے سر پر سے اُٹھتا گیا اور وہ خدا سے دور ہوگئے اور خدا ان سے دور ہوگیا اور آج اسکا غضب پورے جوش و خروش کے ساتھ ان پر نازل ہو رہا ہے اور وہ مثل یہود نہایت بُری طرح ذلت کے گڑھے میں گرتے جا رہے ہیں اور کفار کے مقابلہ میں ہر جگہ ایسی شکست و ہزیمت اُٹھا رہے ہیں کہ جسکو دیکھ کر بھی خواہان ملت محمدیہ کی چیخیں نکلجاتی ہیں ۔ انکے علماء کی اندرونی باطنی اور اخلاقی حالت نہایت درجہ گندی ہوگئی ہے اور وہ نفسانیت کا شکار ہوکر اسلامی کشتی کو تباہی کی طرف لیجا رہی ہیں اور ایسے گرداب کی طرف اسکی رہنمائی کر رہے ہیں جو نہایت خطرناک ہے ۔ گزشتہ چند ایک سال میں سیاسی رو میں آکر انہوں نے اسلام اور اسلامیوں کو نقصان پہنچایا وہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہئے تھا مگر مسلمان ہیں کہ خواب غفلت میں ایسے سوئے پڑے ہیں کہ انکو اپنی پستی اور خستگی کا احساس بالکل نہیں رہا ۔ یہ سب اسلئے ہوا کہ انہوں نے سیدنا نبینا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی ۔ حضور کی قوت قدسیہ پر نہایت ناپاک حملے کئے اور حضورؐ کو مردہ گروہ میں شامل کیا اور اسکے مقابلہ میں ایک ایسے نبی کو جو آنحضور کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا حَيٌّ عَلَى السَّمَاءِ سمجھ کر ایسی ایسی فضیلتیں اسکی طرف منسوب کیں کہ جنکو سنکر بیشمار مسلمانوں کے دل متزلزل ہوگئے اور انہوں نے آنحضرتؐ کی بجائے حضرت عیسٰیؑ کی اتباع کو زیادہ افضل سمجھا ۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ بڑے بڑے خاندانی گھرانے اور عالم و فاضل مسلمان جو کسی زمانہ میں فرزندان اسلام ہونیکا فخر رکھتے تھے ۔ آج وہ عیسائی ہوکر ملت بیضاء کی تخریب کے درپے ہیں ۔

پس دوستو یقین رکھو کہ عیسٰی علیہ السلام کی زندگی کا عقیدہ جھوٹا اور بے بنیاد عقیدہ ہے جس کا قرآن اور احادیث میں کوئی ثبوت نہیں یہ صرف فیج اعوج کے زمانہ میں ان عیسائیوں کی مہربانی سے اسلام میں داخل ہوگیا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں داخل ہوئے لیکن انکی تعلیم و تربیت اور انکے عقائد کی درستگی کا انتظام مسلمانوں کی طرف سے نہ ہوسکا ۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ وہ خدا کا نبی فوت ہوچکا ہے اور اسی طرح فوت ہوچکا ہے جسطرح دیگر انبیاءؑ فوت ہوچکے ہیں ۔ اور آج اُسکی روح جنت میں اپنے مولیٰ کے فضل سے اسی طرح سرشار ہو رہی ہے جسطرح دیگر انبیاءؑ کی روحیں ہو رہی ہیں ۔ چنانچہ

آج ستائیسواں ماہ رمضان المبارک وہ شب معروف ہے جس میں خدا کے اس برگزیدہ رسول یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اللہ کے عین مطابق اپنی طبعی عمر گزار چکنے کے بعد اس دار فانی سے رحلت فرمائی ۔ چنانچہ اسکا ثبوت طبقات الکبیر ابن سعد (جو کہ حالات شریفہ آنحضرتؐ و حالات صحابہ بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے) میں ہے جس کے جزو الثالث صفحہ ۲۶ میں جریر بن حریم سے روایت ہے لَمَّا تُوُفِّيَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ قَامَ حَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ قُبِضَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْأَوَّلُونَ وَلَا يُدْرِكُهُ الْآخِرُونَ فَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ يَبْعَثُهُ الْمَبْعَثَ فَيَكْتَنِفُهُ جِبْرِيلُ مِنْ يَمِينِهِ وَمِيكَائِيلُ مِنْ شِمَالِهِ فَلَا يَنْثَنِي حَتَّى يَفْتَحَ اللّٰهُ لَهُ وَمَا تَرَكَ إِلَّا سَبْعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ أَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهَا خَادِمًا وَلَقَدْ قُبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي عُرِجَ فِيهَا بِرُوحِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ ۔ یعنی اے لوگو آج وہ شخص فوت ہوا ہے کہ اسکی بعض باتوں کو نہ پہلے پہنچے ہیں اور نہ بعد میں آنیوالے پہنچیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے جنگ کے لئے بھیجتے تھے تو جبرئیلؑ اسکے داہنی طرف ہوجاتے تھے اور میکائیل بائیں طرف پس وہ بلا فتح کئے واپس نہیں ہوتا تھا ۔ اور اس نے صرف سات سو درہم اپنا ترکہ چھوڑا ہے جس سے اسکا ارادہ یہ تھا کہ ایک غلام خریدے اور وہ اس رات کو فوت ہوا ہے جس رات کہ عیسٰیؑ بن مریم کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی گئی تھی ۔ یعنی رمضان کی ستائیسویں تاریخ ۔

اس حدیث میں صاف طور پر مسیح کے رفع روحانی کی خبر دی گئی ہے نہ کہ اس جسم کی بھی ۔ پھر اسکی خاص تاریخ اور خاص وقت بھی بتلایا گیا ہے ۔ اور بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جنکے کوئی اور معنے نہیں نہیں ہوسکتے ۔ پھر ایسے طرز سے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب مخالفین صحابہ اور تابعین اسوقت اور اس تاریخ کو اس وقت کے ساتھ پہلے سے جانتے تھے کہ حضرت مسیح کی روح انہیں اُٹھائی گئی ۔

پس آج ہم عیسٰیؑ کے یوم وصال کی یاد کو اپنے بھائیوں کے دلوں میں تازہ کرتے ہوئے نہایت درد دل کے ساتھ ان سے استدعا کرتے ہیں کہ خدارا وہ اسلام پر رحم کریں اور حیات مسیح جیسے غلط اور باطل اور بے بنیاد عقیدہ کو جو اسلام کی سراسر تباہی اور بربادی کا موجب ہو رہا ہے فی الفور ترک کردیں تا اللہ کے اس فضل سے اسلام کو تقویت اور رسول عربی فداہ امی و ابی کو فضیلت حاصل ہو اور خدا کا غضب جو آجکل ان پر جوش زن ہے وہ تھم جائے اور اس کی جگہ اسکی رحمت و نصرت کے دروازے ان پر کھل جائیں ۔ اور وہ دجالی یعنی عیسائی فتنہ کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرکے اسلام کی برتری کو ثابت کرسکیں ۔ مبارک ہیں وہ جو اس درد بھری آواز کو سنیں وما علینا الا البلاغ مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ

المشتہر سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ فیروز پور پنجاب

علماءِ سوء اور اُنکے کارنامے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماءِ سوء کی جو علامت بیان کی ہے جمعیۃ العلماء کے جُبہ پوش اس سے ناواقف نہیں انہیں چاہیئے کہ واقعات کی روشنی میں ان عصور تو کو شناخت کریں۔

ایک بدکار مُلاّ سیام کو

سیام کے مسلمانوں کی حالت کے متعلق اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئی تھیں انکا اقتضاء تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ چند خدا ترس اہل دل علماء وہاں جاتے اور انہیں حقیقت اسلام سے واقف کرتے مگر برخلاف اسکے ایک مُلاّ صاحب مفتی اور طبیب کے لباس میں وہاں پہنچے جیسا کہ معزز ہمعصر زمیندار لکھتا ہے انہوں نے وہاں جا کر سیامی مسلمانوں کو راہ ہدایت بتلانے کے بجائے جواز زنا کا فتویٰ دیدیا چنانچہ ہمعصر موصوف لکھتا ہے کہ

"پارسائی کا دامن چھوڑ کر ایک خاص قسم کی قلندری اختیار کی اور فتویٰ دیدیا کہ جس عورت کو کچھ دے دلا کر رضامند کر لیا جاوے اُس سے ہر قسم کا تمتع شرعاً جائز ہے اور مسلمان غیر محدود تعداد میں ایسی عورتوں سے تعلقات رکھ سکتے ہیں"

یہ وہ فتویٰ ہے جو اس بدکار مُلاّ نے سیام میں جا کر دیا۔ اور اس ننگ اسلام نے اس طرح شریعت اسلام کو بدنام کیا چند روز کے بعد کسی بازاری عورت کے کہنے سے داڑھی مونچھ منڈا والی اور اپنی حالت کو بازار عیاں کر دیا۔ کیا ایسی قسم کے مبلغ اور واعظ سیام میں بھیجنے سے سیامی مسلمانوں کا بھلا ہو سکتا ہے؟ افسوس حافظ شیراز نے ایسے ہی واعظوں کے متعلق کہا ہے

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت مے روند آں کار دیگر مے کنند

اپنی زبان میں خطبہ جمعہ پر بحث

ایک عرصہ سے معزز ہمعصر میں ایک بحث جاری ہے کہ خطبہ جمعہ اپنی زبان میں ہونا چاہیئے یا عربی زبان میں جامعہ ملیہ علیگڑھ کے مفسر خواجہ عبدالحی صاحب اس پر زور دیتے رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ کی غرض و غایت کو مدنظر رکھ کر اپنی زبان میں ہونا چاہیئے۔ اور شاہجہانپور کے ایک المفتی السید محمد اعظم شاہ عفی عنہ کا فتویٰ اس پر زور دے رہے ہیں کہ نہیں عربی میں ہونا چاہیئے اور اب جناب مفتی صاحب نے آخری ہتھیار خواجہ عبدالحی صاحب کے خلاف استعمال کیا ابھی پہلا وار ہے اگر جامعہ ملیہ کے پروفیسر صاحب خاموش نہ ہوئے تو مفتی اعظم عزیز [illegible] فتویٰ شائع کرینگے۔ فی الحال فرماتے ہیں۔ "معلوم ہوا کہ آنجناب ایک آزاد خیال اور زمانہ پرست اور ابن الوقت ہیں پابند کسی مذہب کے نہیں" چلو چھٹی ہوئی۔ اب پروفیسر صاحب کو کام کی مجال نہیں۔ ان علماء سے اسلام کا بھلا ہوگا جنکو ایسی موٹی اور واضح بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ خطبہ جمعہ اگر اپنی زبان میں نہ ہو تو اسکا فائدہ ہی مفقود ہے کیا یہ لوگ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کا کام کر سکیں گے۔ جمعیۃ العلماء کو ایسے مفتیوں پر رونا چاہیئے +

مجلس مشاورت ۱۹۲۵ء

(دوسرا دن) ۱۲ اپریل ۱۹۲۵ء

آج کے اجلاس کے لئے ۸ بجے صبح کا وقت مقرر کیا گیا تھا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ٹھیک وقت پر تشریف لے آئے اور ٹھیک وقت پر کارروائی شروع ہوگئی۔ اس وقت تک گیلری خالی تھی اور بعض نمائندے اور ناظر صاحبان بھی تشریف نہ لائے تھے حضرت خلیفۃ المسیح نے حسب معمول دعا سے اجلاس کا آغاز فرمایا۔ دعا کے بعد جناب حافظ روشن علی صاحب نے سورہ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات تلاوت کیں اور پھر حضرت اقدس نے افتتاحی تقریر فرمائی جسکے ضروری ضروری حصے درج کرتا ہوں۔ **فرمایا**

وقت کی پابندی کرو

ہمارے مُلک کی عادات اور ہماری سینکڑوں سالہ جسمانی غلامی کا نتیجہ ہے کہ اسوقت تک بہت سے ناظر صاحبان اور نمائندگان کی بھی کرسیاں خالی ہیں جو قومیں کام کرنیوالی ہوتی ہیں اور جنہوں نے دنیا کو فتح کرنا ہوتا ہے انکے اعمال اور عادات بالکل مختلف ہوتے ہیں وہ اپنی ذمہ واریوں کو سمجھتی ہیں اور وقت کی قدر جانتی ہیں برخلاف اسکے ہمارے یہاں عام طور پر طریق یہی ہے کہ جو وقت مقرر ہوتا ہے اسکے متعلق سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ وقت مقرر نہیں ہماری مثال اس لڑکے کی سی ہے جو جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور شیر آیا شیر آیا کی آواز لگاتا تھا (اس کہانی کو آپ نے بیان فرمایا۔ ایڈیٹر) یہ کہانی نظم میں ہے اور پہلی جماعت کے کورس میں ہے چونکہ ہم لوگوں کی عادت میں یہ داخل ہوگیا ہے کہ وقت کی پابندی نہیں کرتے اسلئے سمجھ لیا گیا کہ اسوقت نہیں آنا چاہیئے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو یاد رکھو کامیابی کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ

ہم وقت کی پابندی کریں

وقت معینہ پر نہ پہنچنا سستی پر دلالت کرتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ لوگ اسکا خیال رکھیں گے۔

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

مجھے خود اُسکی خواہش نہیں مگر صوفیاء نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی استعمال کیا کرتے تھے ہر اس شخص نے جو آپ کی مجلس میں کبھی حاضر ہوا ہے آپ کے مُنہ سے ان دو فقروں میں سے کوئی نہ کوئی سُنا ہے۔

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی
اور
الطریقۃ کلّہ ادب

خود میں نے سینکڑوں ہزاروں مرتبہ یہ فقرے آپ کے مُنہ سے سُنے ہیں۔ پس اسکو ہمیشہ مدنظر رکھو +

دنیا میں اسکی کہیں مثال نہیں ملتی کہ سلسلہ کا ہیڈ پہلے پہنچا ہوا ہو اور اسکے ذرا پیچھے آئے ہوں اور اگر ایسا ہو جاتے تو میں نہیں جانتا کہ کیا قہر آجاوے مگر ہمارے وقت کی عدم پابندی کا یہ نتیجہ بارہا ہوتا ہے بلکہ یہ بد سنت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر سے نکل کر پندرہ پندرہ بیس بیس منٹ تک انتظار کیا کرتے تھے میں نے جب دیکھا کہ قاضی سید امیر حسین صاحب جو ضعیف اور انکی صحت بھی خراب ہے وہ تو پہلے سے موجود ہیں مگر وہ جنکی صحت بھی اچھی ہے اور نوجوان ہیں ابھی تک نہیں آئے تو مجھے تعجب ہوا۔

اسطرح پھر آپ نے جماعت کو **پابندی وقت** کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ ادب کا اقتضاء ہے کہ کارکن لوگ وقت مقررہ پر حاضر رہیں اور اس طرح اپنے عمل سے جماعت میں **پابندی وقت** کی روح پیدا کریں۔ آپ کی اپنی یہ حالت تھی کہ رات کو بہت دیر سے سوئے تھے اور اس وقت تک قریباً ۲۴ گھنٹہ کھانا کھانے پر گذر چکے تھے مگر آپ ٹھیک وقت پر تشریف لائے تھے اور آپ نے عملاً یہ بھی سبق دیا کہ ٹھیک وقت پر بلا لحاظ و انتظار کسی شخص کے

کام شروع کر دیا

اگر ہمارے اندر یہ روح اور حقیقت پیدا ہو جائے تو ہم اپنے وقت کو صحیح طور پر استعمال کر سکیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ناظر صاحبان کی رپورٹوں اور انکی تقریروں پر ایک ریویو فرمایا جس کی غرض یہ تھی کہ ناظر صاحبان اپنے کام کی اہمیت کو کسطرح جماعت کے سامنے پیش کریں اور کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے وہ جماعت میں اس کام کیلئے دلچسپی کا اظہار کر سکیں۔ ان رپورٹوں میں ناظر تالیف و تصنیف، ناظر بکڈپو اور ناظر تعلیم و تربیت کی رپورٹ کو رپورٹ کے نقطۂ خیال سے قابل قدر قرار دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے **منصب** اور مقام خلافت کے لحاظ سے نظارتوں کی رپورٹوں میں جو فروگذاشتیں تھیں انکی طرف توجہ دلائی اور اسطرح منصب جلیلہ کے فرض کو ادا کرکے بتایا کہ آپ جہاں کام کرنیوالوں کی ہر طرح قدر کرتے ہیں انکی فروگذاشتوں پر نوٹس لیتے ہیں۔ رپورٹوں پر ریویو کے سلسلہ میں ناظر صاحب تالیف و تصنیف کو جس امر کی طرف توجہ دلائی چونکہ وہ ایک ایسا امر عظیم ہے کہ ناظر صاحب کو جماعت کی متحدہ مدد کی ضرورت ہے اسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں درج کروں۔ **فرمایا**

میں ناظر صاحب تالیف و تصنیف کو کہونگا کہ وہ اُن گالیوں کا لٹریچر بھی جمع کریں جو حضرت مسیح موعودؑ کے عہد میں مخالفین کی طرف سے شائع کیا گیا۔ یہ **قومی فرائض** میں سے ایک فرض ہے اگر وہ لٹریچر نہ ہو تو ہم بعض باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ حضرت صاحب نے اپنی تصنیفات میں اسکا ذکر کیا ہے اگر گالیوں سے بھری ہوئی وہ اشتہار اور رسالے ہمارے پاس نہ ہوں تو ہم حضرت صاحب کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتے اور ہمارا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ ہم آپکے عزت و احترام کو قائم رکھیں۔ حضرت صاحب کا الہام ہے **لا نبقی لک من المخزیات ذکرا**۔ یہ پیشگوئی اپنی پوری شان سے پوری ہو رہی ہے اور جب وہ لٹریچر ہمارے پاس موجود ہوگا اور اُن لوگوں کے انجام اور حالات کو پیش کرکے جماعت کی ترقی اور آپکے خدام کی حالت کو پیش کرینگے تو کس قدر عظمت حضرت صاحب کی ظاہر ہوگی۔ پس یہ قومی فرض ہے اور جو شخص اسکو جمع کریگا وہ بہت بڑا کام کریگا" اسطرح حضرت خلیفۃ المسیح نے ناظر صاحب تالیف کو اس لٹریچر کے جمع کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ کام (جماعت کی متفقہ کوشش کے بغیر نہیں ہو سکتا اسلئے دوستوں کا فرض ہے کہ جہاں کہیں کوئی کتاب رسالہ یا اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی ہے اُسے فوراً ناظر تالیف و تصنیف کے پاس بھیجدیں۔ (باقی آئندہ)

علماء سوء اور انکے کارنامے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء سوء کی جو مذمت بیان کی ہے جمعیۃ العلماء کے جبہ پوش اس سے ناواقف نہیں انہیں چاہیئے کہ واقعات کی روشنی میں ان علماء کو شناخت کریں۔

ایک بدکار مُلّا سیام کو | سیام کے مسلمانوں کی حالت کے متعلق اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئی تھیں

انکا اقتضاء تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ چند خدا ترس اہل دل علماء وہاں جاتے اور انہیں حقیقت اسلام سے واقف کرتے مگر برخلاف اسکے ایک مُلّا صاحب مفتی اور طبیب کے لباس میں وہاں پہنچے جیسا کہ معزز معصر زمیندار لکھتا ہے انہوں نے وہاں جاکر سیامی مسلمانوں کو راہ ہدایت بتلانے کے بجائے جواز زنا کا فتوی دیدیا چنانچہ ہمعصر موصوف لکھتا ہے کہ

"پارسائی کا دامن چھوڑ کر ایک خاص قسم کی قلندری اختیار کی اور فتوی دیدیا کہ جس عورت کو کچھ دے دلاکر رضامند کرلیا جاوے اُس سے ہر قسم کا تمتع شرعاً جائز ہے اور مسلم غیر مجرد و متعدد میں ایسی عورتوں سے تعلقات رکھ سکتے ہیں"

یہ وہ فتویٰ ہے جو اس بدکار مُلّا نے سیام میں جاکر دیا۔ اور اس ننگ اسلام نے اس طرح پر شریعت اسلام کو بدنام کیا چند روز کے بعد کسی بازاری عورت کے کہنے سے داڑھی اور مونچھ منڈوالی اور اپنی عملی حالت کو بھی بازار عیاں کردیا۔ کیا اسی قسم کے مبلغ اور واعظ سیام میں بھیجنے سے سیامی مسلمانوں کا بھلا ہوسکتا ہے؟ افسوس حافظ شیراز نے ایسے ہی واعظوں کے متعلق کہا ہے

واعظاں کیں جلوہ برمحراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت میروند آں کار دیگر مے کنند

اپنی زبان میں خطبہ جمعہ پر بحث | ایک عرصہ سے معزز ہمعصر مدینہ میں ایک بحث جاری ہے کہ

خطبہ جمعہ اپنی زبان میں ہونا چاہیئے یا عربی زبان میں جامعہ ملّیہ علیگڈھ کے مفسر خواجہ عبدالحی صاحب اس پر زور دے رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ کی غرض و غایت کو مدنظر رکھ کر اپنی زبان میں ہونا چاہیئے۔ اور شاہجہانپور کے ایک المفتی السید محمد اعظم شاہ عفراللہ و لکفاہ اس پر زور دے رہے ہیں کہ نہیں عربی میں ہونا چاہیئے اور اب جناب مفتی صاحب نے آخری ہتھیار خواجہ عبدالحی صاحب کے خلاف استعمال کیا ابھی پہلا وار ہے اگر جامعہ ملّیہ کے پروفیسر صاحب خاموش نہ ہوئے تو مفتی اعظم حزب اعظمی فتویٰ شائع کرینگے۔ فی الحال فرماتے ہیں۔ "معلوم ہوا کہ آنجناب ایک آزاد خیال اور زمانہ پرست اور ابن الوقت ہیں پابند کسی مذہب کے نہیں" چلو چھٹی ہوئی۔ اب پروفیسر صاحب کو کلام کی مجال نہیں۔ ان علماء سے اسلام کا بھلا ہوگا جنکو ایسی موٹی اور واضح بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ خطبہ جمعہ اگر اپنی زبان میں نہ ہو تو اسکا فائدہ ہی مفقود ہے کیا یہ لوگ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کا کام کرسکیں گے؟ جمعیۃ العلماء کو ایسے فتنوں پر رونا چاہیئے +

مجلس مشاورت ۱۹۲۵ء

(دوسرا دن) ۱۲ اپریل ۱۹۲۵ء

آج کے اجلاس کے لئے ۸ بجے صبح کا وقت مقرر کیا گیا تھا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ٹھیک وقت پر تشریف لے آئے اور ٹھیک وقت پر کارروائی شروع ہوگئی۔ اسوقت تک گیلری خالی تھی اور بعض نمائندے اور ناظر صاحبان بھی تشریف نہ لاسکے تھے حضرت خلیفۃ المسیح نے حسب معمول دعا سے اجلاس کا آغاز فرمایا۔ دعا کے بعد جناب حافظ روشن علی صاحب نے سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات تلاوت کیں اور پھر حضرت اقدس نے افتتاحی تقریر فرمائی جسکے ضروری ضروری حصے درج کرتا ہوں۔ فرمایا

وقت کی پابندی کرو | ہمارے ملک کی بد عادات اور ہماری سینکڑوں سال جسمانی غلامی کا نتیجہ ہے کہ اسوقت تک بہت سے ناظر صاحبان اور نمایندگان کی بھی کرسیاں خالی ہیں جو قومیں کام کرنیوالی ہوتی ہیں اور جنہوں نے دنیا کو فتح کرنا ہوتا ہے انکے اعمال اور عادات بالکل مختلف ہوتے ہیں وہ اپنی ذمہ واریوں کو سمجھتی ہیں اور وقت کی قدر جانتی ہیں۔ برخلاف اسکے ہمارے یہاں عام طور پر طریق یہی ہے کہ جو وقت مقرر ہوتا ہے اسکے متعلق سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ وقت مقرر نہیں ہماری مثال اس لڑکے کی سی ہے جو جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور شیر آیا شیر آیا کہہ کر ہنسی کی آواز لگاتا تھا (اس کہانی کو آپ نے بیان فرمایا۔ ایڈیٹر) یہ کہانی نظم میں ہے اور پہلی جماعت کے کورس میں ہے۔ چونکہ ہم لوگوں کی عادت میں یہ داخل ہوگیا ہے کہ وقت کی پابندی نہیں کرتے اسلئے سمجھ لیا گیا کہ اسوقت نہیں آنا چاہیئے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو یاد رکھو کامیابی کے لئے یہ بھی گُر ہے کہ

وقت کی پابندی کریں

وقت معینہ پر پہنچنا سنستی پر دلالت کرتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ آیندہ لوگ اسکا خیال رکھیں گے۔

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی | مجھے خود اسکی خواہش نہیں مگر صوفیاء نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی استعمال کیا کرتے تھے ہر اس شخص نے جو آپ کی مجلس میں کبھی حاضر ہوا ہے آپ کے منہ سے ان دو فقروں میں سے کوئی نہ کوئی سُنا ہے۔

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اور

الطریقۃ کلّہ ادبٌ

خود میں نے سینکڑوں ہزاروں مرتبہ یہ فقرے آپ کے منہ سے سُنے ہیں۔ پس اسکو ہمیشہ مدنظر رکھو +

دنیا میں اسکی کہیں مثال نہیں ملتی کہ سلسلہ کا ہیڈ پہلے پہنچا ہو اور اسکے ذرّہ پیچھے آتے ہوں اور اگر ایسا ہو جائے تو میں نہیں جانتا کہ کیا نتیجہ ہو سکتا ہے اگر ہمارے وقت کی عدم پابندی کا یہ نتیجہ بار بار ہوتا ہے بلکہ یہ بدسنت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر سے نکل کر پندرہ پندرہ بیس بیس منٹ تک انتظار کیا کرتے تھے تو میں نے جب دیکھا کہ قاضی سید امیر حسین صاحب جو ضعیف اور انکی صحت بھی خراب ہے وہ تو پہلے سے موجود ہیں مگر وہ جنکی صحت بھی اچھی ہے اور نوجوان ہیں ابھی تک نہیں آئے تو مجھے تعجب ہوا

اسطرح پر آپ نے جماعت کو پابندی وقت کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ ادب کا اقتضاء ہے کہ کارکن لوگ وقت مقررہ پر حاضر رہیں اور اس طرح اپنے عمل سے جماعت میں پابندی وقت کی روح پیدا کریں۔ آپ کی اپنی یہ حالت تھی کہ رات کو بہت دیر سے سوئے تھے اور اس وقت تک قریباً ۲۴ گھنٹے کھانا کھانے پر گذر چکے تھے مگر آپ ٹھیک وقت پر تشریف لائے تھے اور آپ نے عملاً یہ بھی سبق دیا کہ ٹھیک وقت پر بلا لحاظ و انتظار کسی شخص کے

کام شروع کردیا

اگر ہمارے اندر یہ روح اور حقیقت پیدا ہو جائے تو ہم اپنے وقت کو صحیح طور پر استعمال کرسکیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ناظر صاحبان کی رپورٹوں اور انکی تقریروں پر ایک ریویو فرمایا جس کی غرض یہ تھی کہ ناظر صاحبان اپنے کام کی اہمیت کو کسطرح جماعت کے سامنے پیش کریں اور کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے وہ جماعت میں اس کام کیلئے دلچسپی کا اظہار کرسکیں۔ ان رپورٹوں میں ناظر تالیف و تصنیف، ناظر بیت المال اور ناظر تعلیم و تربیت کی رپورٹوں کو رپورٹ کے نقطۂ خیال سے قابل قدر قرار دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے منصب اور مقام خلافت کے لحاظ سے نظارتوں کی رپورٹوں میں جو فروگذاشتیں تھیں انکی طرف توجہ دلائی اور اسطرح منصب جلیلہ کے فرض کو ادا کرکے بتایا کہ آپ جہاں کام کرنیوالوں کی ہرطرح قدر کرتے ہیں انکی فروگذاشتوں پر نوٹس لیتے ہیں۔ رپورٹوں پر ریویو کے سلسلہ میں ناظر صاحب تالیف و تصنیف کو جس امر کی طرف توجہ دلائی چونکہ وہ ایک ایسا امر عظیم ہے کہ ناظر صاحب کو جماعت کی متحد مدد کی ضرورت ہے اسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں درج کروں۔ فرمایا

میں ناظر صاحب تالیف و تصنیف کو کہونگا کہ وہ اُن گالیوں کا لٹریچر بھی جمع کریں جو حضرت مسیح موعود کے عہد میں مخالفین کی طرف سے شائع کیا گیا۔ یہ قومی فرائض میں سے ایک فرض ہے اگر وہ لٹریچر نہ ہو تو ہم بعض باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ حضرت صاحب نے اپنی تصنیفات میں اسکا ذکر کیا ہے اگر گالیوں سے بھری ہوئی وہ اشتہار اور رسالے ہمارے پاس نہ ہوں تو ہم حضرت صاحب کی عزت کی حفاظت نہیں کرسکتے اور ہمارا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ ہم آپکی عزت و احترام کو قائم رکھیں۔ حضرت صاحب کا الہام ہے لا نبقی لک من المخزیات ذکراً۔ یہ پیشگوئی اپنی پوری شان سے پوری ہورہی ہے اور جب وہ لٹریچر ہمارے پاس موجود ہوگا اور ان لوگوں کے انجام اور حالات کو پیش کرکے جماعت کی ترقی اور آپکے خدام کی حالت کو پیش کرینگے تو کس قدر عظمت حضرت صاحب کی ظاہر ہوگی۔ پس یہ قومی فرض ہے اور جو صیغہ اسکو جمع کریگا وہ بہت بڑا کام کریگا" اسطرح حضرت خلیفۃ المسیح نے ناظر صاحب تالیف کو اس لٹریچر کے جمع کرنیکی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ کام

(جماعت کی متفقہ کوشش کے بغیر نہیں ہوسکتا اسلئے دوستوں کا فرض ہے کہ جہاں کہیں کوئی کتاب رسالہ یا اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا ہے اسے فوراً ناظر تالیف و تصنیف کے پاس بھیجدیں۔ (باقی آئندہ)

58

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب

حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ

نمبر ۳

رفاہ عام کا جذبہ حضرت نانا جان میں یہ جذبہ خصوصیت سے قابل احترام تھا کہ آپ ہر اس کام میں جو کسی حیثیت سے بھلائی کا ۔ گو وہ (رفاہ عام) کا کام ہو بہت دلچسپی لیتے تھے بر جب تک اس کام کو کر نہ لیتے تھے سست نہ ہوتے تھے ان میں ایک مقبلانہ تھا الدار اور مسجد مبارک کے سامنے جو فرش لگا ہوا ہے یہ انکی ہی ہمت اور کوشش کا نتیجہ ہے ۔ حقیقت میں اگر غور کیا جائے تو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ جہاں ہمارے سلسلہ کا لاکھوں روپیہ کا خرچ ہے اور تعمیرات پر بھی آئے دن کچھ نہ کچھ خرچ ہوتا رہتا ہے اور شہر میں پنچایت بھی ہے مگر نہ تو سلسلہ کی کارکن جماعت کو اور نہ پنچایت کو یہ توجہ ہوئی کہ اس اہم اور ضروری مقام پر فرش دیا جانا چاہئے ۔ اس مقام پر جو آج مصفا اور درست نظر آتا ہے ابتداءً کیچڑ وغیرہ رہا کرتا تھا اور نالیاں نہ ہونیکی وجہ سے احباب کو بڑی تکلیف ہوتی تھی ۔ سب سے اول حضرت نانا جان نے اس طرف توجہ کی اور اس میدان کی سطح کو درست کرنیکا کام شروع کیا اور پھر نالیوں کے ذریعہ پانی کے نکاس کا انتظام کیا اس کام میں حضرت نواب صاحب کی توجہ کا بہت بڑا دخل ہے انہوں نے اپنے خرچ سے اسے درست کرایا ۔ لیکن حضرت نانا جان نے اسکو درجہ تکمیل تک پہنچایا اور فرش لگا کر راستہ کو درست کر دیا ۔ اس سے پہلے ہر شخص کی نظر اس کمی کو محسوس کرتی تھی مگر وہ اس احساس سے آگے نہ جاتی تھی حضرت نانا جان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اس چوک اور بازار میں پورے طور پر فرش لگا دیں لیکن بعض حالات اور تجاویز نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا ۔ فرش کے متعلق بعض لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ گڈوں اور یکوں کی آمد و رفت بکثرت ہے اسلئے آئے دن یہ فرش ٹوٹتا رہے گا اس سے بہتر ہے کہ نہ لگوایا جائے چنانچہ وہ نہ لگ سکا اور اب تک اسکی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر کوئی ناصر نواب کی روح کا آدمی کھڑا ہو تو اُمید ہے اس ضروری اور خاص کوچہ اور چوک کا فرش مکمل ہو جائے بڑی مسجد تک فرش کا یہ سلسلہ وسیع ہو چکا ہے مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جہاں ٹوٹ جاتا ہے وہاں درستی کی نوبت نہیں آتی ! اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس جذبہ اور فطرۃ کے کسی وجود کو کھڑا کر دے گا ۔

اسی سلسلہ میں مجھے حضرت نانا جان کی ان کوششوں کا بھی ذکر کرنا ہے جو آپ مساجد کے فرش کے لئے کرتے تھے ۔ مسجد میں دریوں کا فرش سب سے اول حضرت میر صاحب نے بچھوایا اور یہ خیال ان کے دل میں پیدا ہوا کہ اس محترم مسجد میں دریوں کا فرش ہونا چاہیئے چنانچہ انہوں نے احباب سے چندہ کر کے دریوں کا فرش تیار کرایا ۔

منبر بنوایا مسجد اقصیٰ میں خطبہ کے لئے منبر نہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں عام طور پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ یا حضرت حکیم الامۃ محراب کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے اور خطبہ دیتے تھے اسوقت اتنی کثرت بھی نہ تھی لیکن جب مسجد وسیع ہو گئی اور لوگوں کی کثرت ہو گئی تو حضرت میر صاحبؓ نے مسجد کے لئے منبر بنوایا جو منبر اب تک ان کی نشانی اور یادگار ہے جس مقام پر یہ منبر پڑا ہے یہاں میر صاحب نے ہی اسے رکھوایا تھا اس منبر سے برکات خلافت کا جو ظہور ہو رہا ہے وہ سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف کا ایک دریا کس طرح بہتا رہتا ہے ۔

حضرت میر صاحبؓ نے نہایت شوق اور بڑے اخلاص سے اسے تیار کرایا تھا ۔

محنت و جفاکشی کی خصوصیات حضرت نانا جان کبھی اور کسی حال میں سست اور بیکار نہیں رہنا چاہتے تھے اور نہیں رہے وہ سلسلہ کا کوئی نہ کوئی کام کرتے رہتے تھے اور اکثر کام ایسے ہوتے تھے جو اوائل میں سطحی نظر والوں کے لئے موجب نقصان نظر آتے تھے ۔

ڈھابوں کی بھرتی کا کام یہ سبکو معلوم ہے کہ جہاں آجکل مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ کی عمارت ہے یہاں بہت بڑی ڈھاب تھی ۔ حضرت نانا جان کی دوررس نظر نے سلسلہ کی ترقی اور ضروریات کو آج سے قریباً تیس برس پیشتر دیکھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان پیشگوئیوں کو سنتے تھے جو قادیان کی ترقی کے متعلق تھیں اور مشرق کی طرف آبادی کے بڑھنے کی قبل از وقت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی اطلاع کو انہوں نے سنا سب سے پہلے اس پیشگوئی کو پورا کرنے میں حصہ لینے کیلئے ڈھاب میں بھرتی ڈلوانی شروع کی ۔ یہ بھرتی پڑ رہی تھی کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور انکے بعض رفقاء لاہور سے آئے اور انہوں نے یہ دیکھ کر کہنا شروع کیا کہ

میر صاحب سلسلہ کا روپیہ غرق کر رہے ہیں

اپنی اپنی نظر اور اپنا اپنا ایمان ہے میں نہیں کہتا کہ ان لوگوں نے یہ اعتراض کس نیت اور کس خیال سے کیا مگر اس میں شک نہیں کہ اعتراض کیا گیا ۔ حضرت میر صاحب کی طبیعت بہت تیز تھی جیسا کہ سبکو معلوم ہے انہوں نے برافروختہ ہو کر جواب دیا کہ

"میں غرق کرتا ہوں تو تم سے لیکر نہیں حضرت صاحب کا روپیہ ہے تم کون ہو جو مجھ پر اعتراض کرتے ہو جاؤ حضرت صاحب کو جا کر کہو ۔"

میر صاحب کے اس جواب نے ان لوگوں کو خاموش کرا دیا مگر وہ موقعہ کی تلاش میں رہے اور بالآخر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی کہدیا ۔ مگر حضرت اقدس نے انکو یہی جواب دیا کہ

میر صاحب کے کاموں میں دخل نہیں دینا چاہیئے

میر صاحب سے ان لوگوں کی عداوت یا مخالفت کی یہ ابتدا ہے بہر حال حضرت نانا جان نے بھرتیوں کے کام کو جاری رکھا ۔ اسوقت بھرتی بہت سستی پڑتی تھی روپیوں کا کام پیسوں میں ہوتا تھا ۔ مگر عقل کے اندھوں کو اسوقت ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ روپیہ تباہ کیا جا رہا ہے مگر آج کون کہہ سکتا ہے کہ وہ روپیہ ضائع کیا گیا بلکہ ہر شخص کو خواہ کیسا ہی دشمن سلسلہ ہو اعتراف کرنا پڑیگا کہ حضرت نانا جانؓ نے اسوقت جو کام کیا وہ انکی فراست ایمانی اور نظر دوربین کو ثابت کرنے والا ہے ۔ اور انہوں نے سلسلہ کی جائداد میں

بہت قیمتی اضافہ کر دیا

حضرت نانا جان کی یہ ابتدا آخر رنگ لائی اور ہر شخص کو قدرتی طور پر خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس حصہ میں بھرتی ڈالکر یا بالفاظ خواجہ صاحب روپیہ غرق کر کے اپنے لئے

تھوڑی سی جگہ بنالے

ان بھرتیوں کی حقیقت آج ظاہر ہے اور اسی ڈھاب میں عالی شان عمارتیں اسطرح زمین بنانے والے ناصر نوابؓ کے علم و تجربہ اور فراست کی داد دے رہی ہیں اور لوگ خواہش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ کاش اس طرح ہمکو بھی روپیہ غرق کرنیکی عزت یا سعادت نصیب ہوتی ۔

حضرت میر صاحبؓ قبلہ ایسی چیزوں سے کام لے لیا کرتے تھے جو نکمی اور ردّی سمجھی جاتی تھیں اور جنکی طرف کسیکو توجہ نہیں ہوتی تھی اسی سلسلہ میں گول کمرہ کے سامنے جو احاطہ ہے میں اسکا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ گول کمرہ کے سامنے کوئی احاطہ نہ تھا اور جس مقام پر حضرت نواب صاحب کی دوکانیں بنی ہوئی ہیں وہ پرانی بنیادوں کی کچھ اینٹیں معلوم ہوتی تھیں حضرت میر صاحب نے کھدوا کر وہاں سے اینٹیں نکلوانی شروع کیں وہ اینٹیں جو غیر ضروری طور پر زمین میں مدفون تھیں نکالی گئیں اور انکو بہتر مقام پر لگا کر حضرت میر صاحب نے گول کمرہ کے آگے ایک خوبصورت احاطہ بنا کر اسے رہنے کے قابل بنا دیا ۔ چنانچہ اب سب اُسے دیکھتے ہیں کہ وہ ایک آرام دہ اور ضروری چیز ہے مجھے یاد ہے کہ جب حضرت میر صاحبؓ وہاں سے اینٹیں نکلوا رہے تھے اسوقت بھی بعض کوتاہ اندیش کہہ رہے تھے کہ یہ کیا

لغو کام کر رہے ہیں

مگر سچ یہی ہے حقیقت شناس نئی دلبرا خطا اینجاست ۔ غرض جب سے وہ قادیان میں آئے تو انھوں نے اپنے خداداد علم اور تجربہ کو ضائع نہیں ہونے دیا اور اسے سلسلہ کی خدمت میں لگا دیا ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی میں وہی

تعمیرات سلسلہ کے ناظم تھے

اور اس کام کو انہوں نے نہایت دیانت درد اور اخلاص سے سرانجام دیا ۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں بھی کبھی عار نہ ہوتا تھا اور نہ پیدل سفر کرنے سے پرہیز ۔ نہایت کفایت شعاری سے وہ سلسلہ کے اموال کو جو انکے ہاتھ میں ہوتے خرچ کرتے تھے ایک دنیادار کی نظر میں انکی حیثیت کہا جائے مگر سچ یہ ہے کہ ان اموال کے امین تھے

حضرت نانا جان نے جس دیانت اور امانت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا وہ ہمیشہ آنیوالی نسلیں عزت سے یاد کرینگی ۔ انہوں نے کبھی اپنے آرام کی پروا نہ کی کڑکتی دھوپ میں نگرانی کر رہے ہیں پسینہ سر سے لیکر پاؤں تک جا رہا ہے برستی بارش میں اگر کوئی نقصان کا خطرہ ہوا ہے تو کھڑے ہیں اور کام کر رہے ہیں انکی یہ ہمت اور یہ فرض شناسی اور اموال سلسلہ کی دیانت سے خرچ کرنے کی مثال ہمارے لئے سبق ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ تمام کام وہ آنریری طور پر کرتے تھے کوئی معاوضہ ان کاموں کا دنیا کے کسی سکہ کی شکل میں ۔۔۔ اور نہ خواہش کی ۔۔۔

(باقی ۔۔۔ انشاء اللہ)

اسلامی دنیا

ابن سعود نے حج کے لیئے جن تین بندرگاہوں کا اعلان کیا ہے۔ ان کے متعلق حسب ذیل معلومات خالی از دلچسپی نہ ہونگے۔

(۱) **رابغ**۔ یہ ساحل سمندر پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ یہاں کے باشندے زیادہ تر قبیلہ زبید کے ہیں۔ پانی کی یہاں قلت نہیں مگر حوضوں اور کنوؤں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ عموماً سیپ سمندر سے نکالنے کا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ اسکی تجارت کیوجہ سے چھوٹے چھوٹے جہاز آتے رہتے ہیں۔ یہاں سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ دونوں جگہ کو رستے جاتے ہیں مدینہ تک ۱۵۰ میل اور مکہ معظمہ تک نوے میل کا فاصلہ ہے۔

(۲) **لیث**۔ یہاں سے مکہ معظمہ ۷۵ میل ہے۔ جدہ کو بھی یہاں سے راستہ جاتا ہے۔

(۳) **قنفدہ**۔ یہاں سے مکہ معظمہ کا فاصلہ ۲۰۰ میل ہے۔

اب صاف ظاہر ہے کہ تینوں بندرگاہیں حاجیوں کیلیئے کچھ بھی آرام دہ نہیں ہیں۔ علاوہ اسکے ہمیں جدہ کے ایک مشہور تاجر سے معلوم ہوا کہ ان بندرگاہوں پر کشتیوں کا کافی انتظام نہیں ہے۔

پیرس سے الجزائر تک جو فضائی راستہ قایم کیا گیا ہے اسمیں روشنی کے میناروں کا ایک سلسلہ تعمیر کیا جائے گا۔ چنانچہ ڈیجون کے قریب جبل افریقہ کی چوٹی پر ایک گردش کناں مینار تعمیر کیا گیا ہے جسکی قوت دس لاکھ بتی کی ہے۔ یہ نہایت طاقتور مینار ہے اور اب پہلی مرتبہ روشن کیا گیا ہے۔ یہ خاص طور پر ان طیاروں کی رہنمائی کیلیئے طیار کیا گیا ہے جو پیرس سے الجزائر تک آئیں جائینگے رات کے وقت جب مطلع صاف ہوگا تو اس مینار کی روشنی ۵۰۰ میل کے دور میں نظر آئیگی۔ مقامات برسلز فرینکفرٹ اور سیلان وغیرہ اس روشنی کے دائرہ میں داخل ہیں۔

شیخ محمرہ معہ اپنے دو بیٹوں کے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور اسے ایران لے جا رہے ہیں۔ بختیاری قبائل نے اس گرفتاری کے خلاف جدوجہد بصورت بغاوت شروع کر دی ہے کہا جاتا ہے کہ شیخ محمرہ کے ایک بیٹے کو رہا کر دیا گیا ہے۔ اور حکومت ایران نے اسکو قبائل کی لیڈری اس شرط پر دی ہے کہ وہ انکو جا کر رام کریں۔ یہ سب کچھ نتیجہ اس کارروائی کا ہے جو دسمبر گذشتہ میں حکومت ایران نے شیخ مذکور کو غیر مشروط اطاعت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس سے بختیاری قبائل میں غصہ پیدا ہوا۔

ایک ہسپانوی طیارہ مجاہدین ریف کے مواضع پر پرواز کر رہا تھا۔ اگرچہ بلندی بہت زیادہ تھی لیکن مجاہدین نے اسے نیچے گرا لیا۔ اور فوجی نظرباز دونوں جلکر خاک ہو گئے۔

ارض حرم

مکہ معظمہ کی جو خبریں بذریعہ اخبار ام القرےٰ معلوم ہوئی ہیں انسے پایا جاتا ہے کہ جو احکام **ابن سعود** نے پابندی نماز اور احتکار (کسی تجارت کو اپنے لیئے مخصوص کر لینا اور گرانی کے لیئے روک رکھنا) سے ممانعت کے جاری کیئے تھے انکو عملی صورت دینے کے لیئے زور دیا جا رہا ہے۔ پابندی نماز کے متعلق مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ اذان سنکر بھی جو لوگ نماز میں شامل ہونے میں سہل انگاری سے کام لیں انکو شرعی سزا دیجاوے۔

احتکار کے متعلق تاجران اور تمام کاروباری رؤسا کو بلایا گیا۔ اور احتکار کے متعلق احکام کی تعمیل کے لیئے لوگوں سے عہد لیا۔ کہ وہ پابندی کرینگے اور میونسپل کمیٹی کو ہر وقت اجناس وغیرہ کے جملہ حالات سے آگاہ رکھینگے۔ خورد و نوش کا سامان یمن کے راستہ سے آ رہا ہے۔ چنانچہ ڈیڑھ ہزار سے زیادہ اونٹوں کا قافلہ غلہ اور سامان خور و نوش لیکر آیا ہے۔

سلطان ابن سعود نے مکہ معظمہ میں ایک جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالدی ہے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ حرمین الشریفین کے معاملات کی انجام دہی مسلمانوں کا کام ہے۔ کسی دوسرے شخص کو ان پر حکومت کرنے کا حق نہیں۔ اور اس اعلان کے ساتھ بلد حرام کے تمام امور کو سکان مکہ کے سپرد کر دیا چنانچہ ایک مجلس بنائی گئی۔ جسمیں علما رؤسا اور تاجر اور ہر طبقہ کے اہل الرائے شریک ہوئے۔ جو مقتضیات اور مصالح بلاد کی تجاویز سوچیں۔ اس مجلس میں دو سال کے بعد تبدیلی ہوا کریگی **مجلس شوریٰ** کے نام سے یہ مجلس کام کر رہی ہے۔

اسلامی کانفرنس (جسکی سلطان نجد نے دعوت دی تھی) کا خیال ابھی تک زندہ ہے۔ دمشق کی مجلس اوقاف نے ایک جلسہ کرکے اس کانفرنس کے لیئے نمائندوں کا انتخاب کیا ہے۔

یہ نہایت ہی ناروا فعل ہے کہ بعض ہندوستانی مسلم جرائد سلطان ابن سعود کی مخالفت میں **اخلاق** اور شرافت کی حدود سے بھی نکل جاتے ہیں اور ایسا ہی جو لوگ **شریف علی** کی مخالفت میں گالیوں اور بدزبانی سے کام لیتے ہیں وہ کوئی مفید کام کر نہیں رہے۔ بلکہ خود مسلمانوں میں بلکہ خود مسلمانوں میں نفاق کی خلیج وسیع کر رہے ہیں۔ اسوقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جنگ کا خاتمہ کیا جاوے اور دونوں فریق زور ڈالکر مسلمانوں کی بھلائی کی راہ سوچی جاوے۔

سید زغلول پاشا کو ان کے لنڈن کے دوستوں نے دعوت دی ہے۔ اگر انکی صحت نے اجازت دی تو زغلول پاشا جلد لنڈن جائینگے۔

جواد پاشا جو موصل کمیشن کے ترکی ممبر تھے آستانہ واپس آگئے ہیں۔ انکی آمد پر بہت شاندار استقبال کیا گیا۔ فوجی سلامی دیگئی اور فوجی مظاہرہ کیا گیا۔

فتحی بے جدید سفیر پیرس انگورہ سے روانہ ہو گئے ہیں خود کمال پاشا انکو سٹیشن پر چھوڑنے آئے تھے۔